جلد 13 شمارہ 8 جولائی 2011ء شعبان 1432ھ

ماہنامہ

منشور دعوت

وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِی الْأَرْضِ إِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا وَیَعْلَمُ مُسْتَقَرَّھَا وَمُسْتَوْدَعَھَا کُلٌّ فِی کِتَابٍ مُّبِینٍ

(ھود۔6)

ترجمہ

زمین پر کوئی چلنے والا جاندار نہیں مگر اِسکا رزق اللہ کے ذمے ہے۔
وہ اس کے مستقل اور عارضی ٹھکانے کو جانتا ہے۔
سب کچھ کتاب روشن میں ہے۔

ماہنامہ

فلاح آدمیت

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح وفلاح کا علمبردار

بیاد خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ

بانی سلسلہ

نگران وسرپرست

محمد صدیق ڈار توحیدی صاحب

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ

Mob: 0300-6493335

مدیر : احمد رضا خان

نائب مدیر : سید رحمت اللہ توحیدی

تقسیم کنندہ : نعمان احمد 0300-6452570

ڈیزائنگ اینڈ کمپوزنگ : محمد رفیق

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ کے لئے

مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سکینڈری بورڈ)

وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ

Ph:055-3862835
055-4005431

رابطہ مدیر: 0321-6400942

فیکس نمبر: +92-55-3736841

ای میل: info@toheedia.net

قیمت شمارہ ———— -/30 روپے

سالانہ فنڈ ———— -/300 روپے

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

اس شمارے میں

دل کی بات

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مبارک ہو! تمام بھائیوں کو رمضان المبارک کی آمد۔ اللہ کے کرم وفضل کو حاصل کرنیکا موقع ایک دفعہ پھر ہماری زندگیوں میں آنے کو ہے۔

ماہِ رمضان کی آمد قریب ہے۔ رمضان المبارک کے فیوض وبرکات کو مستحسن انداز سے سمیٹنے کیلئے ہر مسلمان پوری کوشش کرتا ہے۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں شامل ہر بھائی پورے جوش اور جذبے سے رمضان المبارک میں شب وروز گزارنے کیلئے اپنے اپنے انداز سے کوشش کرتا ہے۔ ہم لوگ سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں اللہ تعالیٰ کی معرفت، قربت، اور لقاء کیلئے بیعت ہوئے ہیں۔ رمضان المبارک اس عشق ومحبت اور مہر ووفا کے سفر میں ایک اہم سنگِ میل ثابت ہوتا ہے۔ جب ہمارا مقصد اعلیٰ وارفع ہے تو ہمارا روزہ بھی اعلیٰ وارفع درجہ کا روزہ ہونا چاہیے جیسا کہ امام غزالیؒ نے روزہ کے تین درجے بیان فرمائے ہیں۔ عوام، خواص اور اخص الخواص کا روزہ۔ ان درجات کی مزید تفصیل میں امام غزالیؒ عوام کا روزہ کھانے، پینے، اور جماع سے بچنے کو کہہ کر اسے روزے کا ادنیٰ درجہ قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح خواص کا روزہ کھانا پینا اور جماع ترک کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے تمام اعضاء وجوارح کو ناشائستہ حرکات سے بچانے کو کہتے ہیں۔ یہ روزہ چھے باتوں سے مکمل ہوتا ہے۔ اول یہ کہ انسان آنکھ کو ایسی چیزوں سے بچائے جو دل کو اللہ کی طرف سے پھیرنے کا موجب ہوتی ہیں۔ دوم یہ کہ بیہودہ اور بے مقصد باتوں سے زبان کو بچا کر ذکرِ الٰہی اور تلاوتِ قرآن مجید میں اپنے آپ کو مشغول رکھے۔ سوم یہ کہ کان کو بری بات سننے سے بچائے اس لئے کہ جو بات کہنی مناسب نہیں وہ سننی بھی مناسب نہیں۔ چہارم یہ کہ ہاتھ، پاؤں وغیرہ اعضاء کو ناشائستہ حرکات سے بچائے۔ پنجم یہ کہ افطار کے وقت حرام اور مشتبہ چیزیں نہ کھائے اور حلال مال بھی بہت زیادہ مقدار میں نہ کھائے۔ ششم یہ کہ افطار کے بعد اس امید میں مبتلا رہے کہ اس کا روزہ قبول ہوا یا نہیں۔

روزہ کا درجہ کے اعتبار سے اعلیٰ ترین درجہ اخص الخواص کا روزہ ہے۔ جس کی حقیقت یہ ہے۔ کہ

"آدمی اپنے دل کو ماسوئی اللہ کے خطرات سے بچائے اور اپنے آپ کو بالکل اللہ کے سپرد کر دے اور جو چیز اللہ کے سوا ہے اس سے ظاہراً و باطناً الگ ہو جائے جب کلام الٰہی اور اس کے متعلقات کے سوا کسی اور چیز کا خیال کرے گا تو روزہ نہیں رہے گا۔ دنیوی اغراض کا خیال آنا اگرچہ مباح ہے لیکن اس روزہ کو باطل کر دیتا ہے، ہاں ایسے دنیوی امور جو دین کے باب میں مددگار ثابت ہوں وہ کارِ دنیوی نہیں کہلاتے۔ حتیٰ کہ علماء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی آدمی دل میں افطاری کی تدبیر کرے تو یہ بھی کارِ گناہ ہے۔ اس واسطے کہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ رزق کے معاملہ میں جو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اس شخص کو اس پر یقین کامل نہیں۔ یہ مرتبہ انبیاء اور صدیقین کا ہے ہر شخص اس مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔"

اگر ہم روزہ کے یہی تین درجات ہی تصور کر لیں تو فیصلہ ہمیں خود کرنا ہے کہ ہم کس درجہ کے روزہ اور اس کی جزا و ثمرات کے امیدوار ہیں۔ رمضان المبارک سے قبل ہی ہمیں اس کی تیاری شروع کر دینی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کوششوں کو ضائع نہیں فرماتا۔

آخری بات مجلّہ فلاحِ آدمیت کی ممبر شپ مہم سے متعلق ہے جو آخری مہینے میں داخل ہو چکی ہے۔ الحمدللہ آپ بھائیوں کی طرف سے ممبر شپ مہم کے سلسلہ میں ہونے والی کوششیں قابلِ ستائش ہیں۔ تمام احباب ایک منظم ٹیم کی طرح کام کر رہے ہیں۔ جزوی طور پر ہر بھائی کی طرف سے کوششیں جاری ہیں جن کی اطلاعات ہمیں پہنچتی رہتی ہیں۔ کچھ حلقہ جات تفویض کیے گئے ممبر شپ کے اہداف تقریباً مکمل کر چکے ہیں ان میں حلقہ توحیدیہ ملتان خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ میں ادارہ فلاحِ آدمیت کی ترجمانی کرتے ہوئے ملتان میں موجود جناب خالد محمود صاحب، جناب حافظ عبدالکریم صاحب، جناب محمد قاسم توحیدی صاحب، اور تمام اہلیانِ حلقہ کو فی الوقت سرِفہرست ہونے پر پیشگی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ چوک اعظم اور فتح پور کے حلقہ جات کم و بیش نصف ممبر شپ اہداف حاصل کر چکے ہیں۔ دیگر حلقہ جات بالخصوص گوجرانوالہ، راولپنڈی،

اور لاہور میں بھی ممبر شپ مہم ایک تحریک کی صورت میں جاری ہے۔ یہ بات خوش آئند ہے کہ تمام مریدین سلسلہ عالیہ توحیدیہ مجلّہ فلاحِ آدمیت کیلئے جاری اس مہم میں پورے شوق سے حصہ لے رہے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ برادرانِ سلسلہ ماہِ جولائی میں بھی اسی ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے حلقہ جات کے ممبر شپ اہداف مکمل کر کے اپنے خادمانِ حلقہ کے ذریعے واجبات اور پتہ جات کی تفصیل بروقت مرکز تعمیرِ ملت ارسال فرمائیں گے۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری کاوشوں کو بار آور فرمائے اور ہمیں دینی، دنیاوی، اور روحانی نعمتوں سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

والسلام

احمد رضا خان

مدیر

روزے روز روز نہیں آتے

(قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی)

جب تک زندگی کا مقصود اور اسلام کی حقیقت معلوم نہ ہو تقویٰ کی اہمیت سمجھ میں آ سکتی ہے نہ ہی رمضان المبارک کی۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی محبت اور بندگی کے لئے پیدا فرمایا۔ حیات ارضی کے دوران اس کی حقیقی کامیابی کا دارومدار اس امر پر ہے کہ وہ بھرپور دنیوی زندگی بسر کرتے ہوئے دنیا اور متاع حیات کی محبت میں نہ پھنسے بلکہ سب سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ سے کرے اور دنیا کے مقابلے میں آخرت کی زندگی کو ترجیح دے۔ دین اسلام کی فرض عبادات کا مقصود اہل ایمان میں یہی جذبہ پیدا کرنا اور اسے ترقی دے کر کمال تک پہنچانا ہے۔ یہی تقویٰ کی حقیقی روح ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے دنیا و مافیہا کی محبت اور نفس کی ہوا و ہوس سے بچتا ہوا اللہ کی محبت کو بڑھاتا چلا جائے اور مرتبہ احسان تک پہنچ کر اس کے مقربین کے زمرہ میں شامل ہو جائے۔ یہ تقویٰ ہی کا کمال ہے جو مومن کو متاع غرور سے بے نیاز کر کے ایمان کی معراج تک پہنچا دیتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ سب برائیوں کی جڑ دنیا کی محبت ہے۔ اسی طرح اللہ کی محبت تمام نیکیوں اور خوبیوں کا منبع ہے۔ قرآن کریم میں اہل ایمان کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے شدید محبت کرتے ہیں یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ آخرت ان متقین کے لئے ہے جو دنیا میں ظلم و ستم اور جبر کے ذریعے بڑائی کے خواہاں نہیں ہوتے بلکہ اس کے عاجز بندے اور اس کی مخلوق کے بے لوث خادم بن کر زندہ رہتے ہیں۔ قرآن کریم میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ آخرت کی کامیابی متقین کی ہے اور اپنے پروردگار کی مغفرت اور جنت کی طرف دوڑو جو متقین کے لئے تیار کی گئی ہے اور اللہ متقین سے محبت کرتا ہے۔ اہل تقویٰ کی شان کے برعکس یہ خبر بھی دی گئی ہے کہ آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے وہ لوگ ہونگے جنہوں نے اپنی صلاحیتیں صرف دنیا کے حصول میں صرف کر ڈالیں یعنی تقویٰ کی راہ اختیار ہی نہ کی۔ اہل ایمان کو بھی یہ حکم دیا گیا کہ مال و اولاد کی محبت تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دے۔ جو بھی ایسا کریں گے وہ خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

قرآن کریم کے شروع میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اس کتاب سے رہنمائی اور ہدایت انہی لوگوں کو عطا ہو گی جو تقویٰ والی زندگی بسر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے قرب کے حصول کے خواہاں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی تمام نعمتیں انسان کیلئے ہی پیدا فرمائی ہیں تا کہ وہ انہیں کام میں لائے اور اپنے رب کے احسانات تسلیم کر کے اس کی شکر گزاری کا رویہ اپنائے اور اس کی محبت کی راہ میں برابر آگے بڑھتا چلا جائے۔ تقویٰ کا تقاضا بس یہ ہے کہ دنیا کے مال و متاع کی محبت میں پھنس کر اللہ کو نہ بھولے۔ حضرت عمرؓ کے پوچھنے پر ایک صحابی نے تقویٰ کی صفت کے اظہار کیلئے ایک نہایت بلیغ مثال بیان فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ جس طرح خاردار جھاڑیوں کے درمیان واقع کسی راستہ پر چلتے ہوئے انسان اپنی چادر کو سمیٹ کر چلتا ہے کہ مبادا کانٹوں میں اُلجھ جانے سے پھٹ جائے اور وقت بھی ضائع ہو۔ یہی تقویٰ کی مثال ہے۔ یوں سمجھ لیں کہ انسان نے اللہ تعالیٰ کی محبت کی خلعت اوڑھ کر ایک بھاری امانت قبول کر لی جس کے اُٹھانے سے زمین، آسمان اور پہاڑ عاجز آ گئے تھے۔ اب کامیاب انسان وہی ٹھہرے گا جو اس خارزار حیات میں اللہ کی محبت کی چادر کو صحیح و سالم اور بے داغ لے کر گذر جائے۔ یہ کٹھن منزل صرف تقویٰ کے بل بوتے پر ہی طے کی جا سکتی ہے۔ اب آپ غور فرمائیں کہ رمضان المبارک کے روزوں کی غرض و غایت ہی یہ بتائی گئی ہے کہ اس سے تقویٰ پیدا ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے اہل ایمان گذشتہ اُمتوں کی طرح تم پر بھی روزے لکھ دئے گئے ہیں تا کہ تم تقویٰ حاصل کر سکو۔ اس سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ تقویٰ کے حصول کیلئے روزہ ہی بہترین، لازمی اور یقینی ذریعہ ہے اور اسی وجہ سے ہر دور کے انسانوں کی تربیت کیلئے اسے فرض قرار دیا گیا۔

تقویٰ کے دو جزو ہیں پہلا ماسواء اللہ کے کانٹوں سے اپنا دامن بچانا اور دوسرا اللہ تعالیٰ کی محبت کی راہ میں آگے بڑھتے چلے جانا ہے۔ تقویٰ کی تقویت کیلئے سالانہ روزوں کے تربیتی کورس میں ان دونوں پہلوؤں کو پوری اہمیت دی گئی ہے۔ ایک طرف پورا دن بھوکا پیاسا رکھنے کا اہتمام ہے تا کہ اہل ایمان کھانے، پینے اور جنسی جبلتوں کو ترک کر کے یہ ثابت کر دیں کہ ہم اپنے محبوب حقیقی کی رضا کیلئے سب کچھ قربان کر سکتے ہیں۔ ان حلال چیزوں سے اپنے نفس کو

روکنے کی مشق سے غرض وغایت یہ ہے کہ تقوٰی کا وہ ملکہ حاصل کیا جائے جس کی مدد سے ہر اس چیز سے بچا جا سکے جو اللہ تعالٰی کو ناپسند ہو۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جسم کے تمام اعضاء کا روزہ ہے اور جس نے جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑا اللہ تعالٰی کو اس کے بھوکا پیاسا رہنے سے کوئی غرض نہیں۔ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جنہیں بھوک اور پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ گویا ماکولات ومشروبات سے رُکنے کی مشق کا اصل مقصد اپنے سرکش نفس کو لگام ڈالنا اور منکرات سے باز رہنا ہے۔ یہی امر صوم یعنی روزے کی بنیادی حقیقت ہے کیونکہ صوم کے لفظی معنی کسی چیز سے باز رہنا ہے۔ دوسری عبادات میں کچھ کام کرنے کے ہوتے ہیں لیکن روزے میں ان کے برعکس اپنے آپ کو چند کاموں سے روک کر رکھنا ہوتا ہے۔ یہ Self Control یعنی ضبط نفس کی تربیت کا انتظام کیا گیا ہے۔

ماہ رمضان کے روزوں کے اس پہلو کے ساتھ ساتھ اللہ تعالٰی کی محبت کو فروغ دینے اور اس کا قرب حاصل کرنے کیلئے نماز تراویح، نوافل، مالی صدقات اور قرآن کریم کی کثرت کے ساتھ تلاوت کا حکم دیا گیا ہے۔ سحری کے وقت بیدار ہو کر نماز تہجد کی خصوصی برکات حاصل کرنے کا موقع بھی مل جاتا ہے۔ ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں تمام دنیوی سرگرمیاں قطع کر کے اللہ کے گھروں میں معتکف ہو جانے کی بھی ترغیب دی گئی ہے تا کہ زیادہ سے زیادہ اللہ تعالٰی کی رحمت سمیٹ لی جائے۔ دین اسلام کے اس سالانہ روحانی تربیتی نظام سے اگر کما حقہ استفادہ کیا جائے تو دوسرے کسی چلے اور مجاہدے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔

قرآن کریم کے نزول والے مہینہ کو اللہ تعالٰی نے اپنے فضل سے ہمیشہ کیلئے خصوصی برکتوں اور رحمتوں کے نزول کا مہینہ بنا دیا ہے۔ اس ماہ کی نفلی عبادت سے فرضوں کی ادائیگی کا ثواب ملتا ہے اور فرائض کا اجر ستر گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔ اس کا ظاہری ثبوت تو اس ماہ مبارک میں اہل ایمان کی جوش وخروش کے ساتھ صوم وصلوٰۃ کی پابندی ہے۔ ہمیں چاہئے کہ اللہ تعالٰی کی خصوصی رحمت سے ملی ہوئی اس روحانی سہولت سے حقیقی فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنی کوتاہیاں اور خامیاں دور کر لیں تا کہ اللہ کا مزید قرب حاصل کر سکیں۔ اگر ہم سچے دل سے سدھرنے کا ارادہ کر لیں تو اس ماہ کی

برکت سے یا باہر سے کوئی شیطانی طاقت ہماری راہ میں رکاوٹ نہیں ڈالے گی۔ لیکن اگر ہمارا اپنا ارادہ ہی یہ ہو کہ ایک ماہ کی بھوک پیاس کی مشقت کے بعد عید کے روز اپنی گذشتہ روش کی طرف لوٹ جانا ہے پھر تو معاملہ کی نوعیت ہی مختلف ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ انہی کی مدد فرماتے ہیں جو اپنی مدد آپ کرنے کی ہمت کرتے ہیں۔ وہ ہماری حالت کو صرف اسی صورت میں بدلتے ہیں جب ہم خود اپنے نفسوں کو بدلنے کیلئے کمربستہ ہو جائیں۔

اگر ہمیں اللہ کی محبت کی فکر ہو، میدان حشر میں اس کے سامنے پیشی کی فکر ہو، اسکی رضا اور رحمت اور جنت کی سچی طلب ہو تو سب مہینوں کا یہ سردار مہینہ اللہ تعالیٰ کی ایک بیش بہا نعمت ہے۔ جو رحمتیں رمضان شریف میں نازل ہوتی ہیں وہ دوسرے مہینوں میں بھلا کہاں نصیب ہو سکتی ہیں۔ رمضان المبارک کے روزوں کی برکتوں کا مقابلہ پورے سال کے روزے بھی نہیں کر سکتے۔ ایسے روزے روز روز نہیں آتے یہ مہینہ اللہ تعالیٰ سے اس کی مغفرت طلب کرنے اور عفو و درگذر کے لئے التجائیں کرنے کا ہے۔ اس لئے ہمیں چاہیئے کہ پوری ہمت صَرف کر دیں۔ قلت طعام و منام کی مشق کے ساتھ ساتھ کثرت ذکر، کثرت تلاوت قرآن، کثرت درود شریف، کثرت صدقات اور سرکشی کی روش ترک کر دیں اور ہمارے اندر صراط مستقیم پر چلنے، اخلاق کا تزکیہ کرنے اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا جذبہ اس قدر قوی اور بلند ہو جائے کہ سال بھر کیلئے کافی ہو جائے۔

ہر کورس اور تربیتی مشق کا اصل ہدف انسانوں کی سوچ اور ان کے کردار میں تبدیلی لانا ہوتا ہے۔ ہمیں بھی چاہیے کہ ہم عید کے دن اپنے قلب و نفس کا جائزہ لیں کہ کیا واقعی ہمارے اندر تقویٰ کی مطلوبہ قوت پیدا ہو گئی ہے۔ اگر جواب اثبات میں ہو تو اس بات پر اللہ کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے کیونکہ مہینہ بھر کی محنت کا یہ ثمر اللہ تعالیٰ کا خصوصی انعام ہے۔ یہی اصل عید اور عید کا حقیقی پیغام ہے کہ ماہ شوال کا چاند ہمیں ایک بدلا ہوا انسان پائے۔

فاقہ نہ کریں روزہ دار بنیں

(محمد صدیق ڈار توحیدی)

انسان کی اپنی بنائی ہوئی مشینوں کو بھی وقفوں کے بعد دیکھ بھال کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہر اچھا ادارہ اپنی مصنوعات کے خریدار کو ایک کتابچہ بھی مہیا کرتا ہے جس میں دی گئی ہدایات پر اگر پوری طرح عمل کیا جائے تو نہ صرف مشین بہترین کارکردگی دکھائے گی بلکہ اس کی عمر بھی طویل ہوگی۔

ایک موٹر کار کی مثال ہی لے لیں۔ اس کے لئے کچھ ہدایات پر روزانہ عمل کرنا پڑتا ہے۔ کچھ امور ایسے ہونگے جنہیں ہفتہ وار شیڈول میں شامل کیا گیا ہوگا۔ اسی طرح کچھ ٹیسٹ مرمت اور اوور ہالنگ کا کام سال بعد یا چند ہزار میل کی مسافت طے کرنے کے بعد کیا جانا لازمی قرار دیا گیا ہوگا۔ اگر یہ سب کام صانع کی ہدایات کے عین مطابق انجام دیئے جائیں تو گاڑی ٹھیک ٹھاک کام کرتی رہے گی۔ آج کل گاڑیاں بنانے والی کمپنیاں دنیا بھر میں گاہکوں کی سہولت کے لئے اپنے نمائندے بھی بھیجتی ہیں جو گاڑیوں کا مفت معائنہ کر کے مناسب مشورے دیتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی اصلاح کے لئے اس سے بھی اچھا انتظام کر رکھا ہے دنیا و آخرت میں کامیابی کے حصول کا راستہ بتانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نمائندے جنہیں رسول کہا جاتا ہے ہر قوم کی طرف بھیجے اور ہر ایک کو مطلوبہ ہدایات کی کتاب بھی عطا کی۔ انہوں نے اپنی قوموں سے اس کام کا کوئی معاوضہ طلب نہیں کیا۔ انہوں نے اللہ کی طرف سے نازل کردہ احکام کے مطابق انسانوں کو حیات آخرت اور خیر و شر کی حقیقت سے آگاہ کر کے شریعت کے قانون پر عمل کی دعوت دی۔ جس میں ایک فہرست ''اوامر'' کی ہوتی ہے یعنی ایسے کام جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں اور ان پر عمل کرنے سے انسان دنیا و آخرت میں سرخرو ہو جاتا ہے۔ دوسری قسم کے اعمال کو ''نواہی'' کہتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہیں اور اس لئے پسند نہیں ہیں کہ وہ انسان کو اللہ تعالیٰ سے دور ہٹا کر نفسانی خواہشات اور سفلی لذات میں پھنسا کر جہنم میں لیجانے کا سبب بنتے ہیں۔ اس لئے ان سے بچنا بھی انسان کے لئے بہت ہی ضروری ہے۔ شریعت پر کاربند رہنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے بھی اعمال کو روزانہ، ہفتہ وار اور سالانہ اقسام میں بانٹ دیا ہے۔ روزانہ

میں اہم ترین رکن پنجوقتہ نماز ہے اس کے علاوہ درود شریف اور قرآن کریم کا پڑھنا اور چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے اللہ کا ذکر کرنا ہے۔

ہفتہ وار میں نماز جمعہ ہے اور ذکر کی مجالس میں شرکت ہے۔ جو ارکان ایک سال کے وقفہ کے بعد ادا کئے جاتے ہیں ان میں حج، قربانی، زکوۃ اور ماہ رمضان کے روزے ہیں۔

روزے کو عربی میں صوم کہتے ہیں اور اس کی غرض وغایت اللہ تعالیٰ نے یہ فرمائی ہے کہ اہل ایمان میں تقویٰ پیدا ہو جائے۔ صوم اور اتقا دونوں کے معنی کسی چیز سے بچنے یا رک جانے کے ہیں۔ یہی جذبہ یا جو ہر ایک مومن کو قوانین شریعت کی دوسری قسم یعنی ''نواہی'' سے بچنے میں مدد دیتا ہے۔ اسلام کی دوسری فرض عبادات میں تو کچھ اعمال بجالانے پڑتے ہیں لیکن روزہ ان سب سے بالکل مختلف ہے کیونکہ روزہ دار کو کچھ کرنے کی بجائے بہت سے اعمال سے اپنے آپ کو روکنا ہوتا ہے۔ جس میں بظاہر تو سحر سے شام تک کھانے پینے اور ازدواجی تعلقات کی مکمل ممانعت ہے۔ لیکن اصل روزہ اللہ تعالیٰ کے تمام ناپسندیدہ کاموں سے اپنے آپ کو بچا کر رکھنا ہے۔ اس طرح روزہ صرف پیٹ کا نہیں ہوتا بلکہ زبان، آنکھ، کان اور جسم کے ہر عضو کا ہوتا ہے۔ یہی روزہ کی حقیقت ہے اور یہی اس کا مقصود ہے۔ اگر مقصود حاصل نہ ہو تو روزہ ایک جسد بے روح کی طرح بے قدر و قیمت بن کر رہ جاتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے وہ ارشادات ہماری راہنمائی کے لئے کافی ہیں جو آپ نے صوم کی حقیقت کے اظہار کے لئے فرمائے۔ ہم چند احادیث مبارکہ کا ترجمہ تحریر کر رہے ہیں انہیں آپ پوری توجہ سے پڑھیے اور ان پر عمل پیرا ہو کر ماہ صیام کے دوران اپنے اندر وہ انقلابی قوت پیدا کریں جس کا نام تقویٰ ہے۔

☆ ''جو روزہ کی حالت میں جھوٹ اور جہالت کے کام کو نہیں چھوڑتا تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے'' (بخاری)

☆ ''روزہ کھانے اور پینے سے رکنے کا نام نہیں ہے۔ روزہ تو لغو باتوں اور برے کاموں سے بچنے کا نام ہے'' (بیہقی)

☆ ''روزہ دار صبح سے شام تک اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ہوتا ہے۔ جب تک وہ کسی کی برائی نہ کرے اور جب وہ برائی کرتا ہے تو اپنے روزے کو پھاڑ ڈالتا ہے'' (دارمی)

☆ "جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو نہ بدگوئی کرے نہ شور وغل کرے۔ اگر کوئی اسے برا کہے یا اس سے لڑائی کرنا چاہے تو اسے کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں۔" (ابن ماجہ)

قارئین کرام! یہ ہے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کا سکھایا ہوا روزہ جسے سپر یعنی ڈھال فرمایا گیا ہے اور بلاشبہ یہ ایسی ڈھال ہے جو مومن کو دنیا میں شیطان کے حملوں اور نفس کی شرارتوں سے محفوظ رکھتی اور اسطرح آخرت میں جہنم کی آگ سے بچاتی ہے۔ روزہ دار کا ہر لحظہ اس فکر میں گزرتا ہے کہ اس سے کوئی ایسی بات سرزد نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہو۔ وہ خود اپنا محاسب بن کر اپنے جسم کے سارے اعضاء کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے روکنے کے لئے مستعد ہو جاتا ہے۔ اس طرح مسلسل ایک ماہ کی کڑی تربیت سے مومن روزہ دار اس قابل ہو جاتا ہے کہ اپنے سرکش نفس کو لگام ڈال کر "نواہی" یا "منکرات" سے بچ سکے اور جب عید کا چاند نظر آئے تو اس کے لئے یہ نوید لے کر آئے کہ اس کے تقویٰ کی قوت اس قدر بڑھ جانی چاہیے کہ پورے سال تک اس کے اعمال پر اس کا اثر قائم رہے۔ جسطرح ایک گاڑی جس کا مکمل اوور ہال کر دیا گیا ہو وہ ایک خاص مدت تک کوئی مسئلہ پیدا کئے بغیر ٹھیک ٹھیک سروس دیتی ہے۔ یہ کیفیت اسی صورت میں حاصل کی جا سکتی ہے جب ہم حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ کی فرمودات پر عمل کرتے ہوئے رمضان المبارک میں صرف فاقہ نہ کریں بلکہ روزہ رکھیں تاکہ ایک ماہ کی ریاضتی تربیت سے ہمارا نفس امارہ سے ترقی کر کے مطمئنہ کے مقام پر پہنچ جائے اور ہم صحیح معنوں میں تقویٰ والے مومن بن جائیں۔

اگر ماہ صیام کی اس پر از حکمت تربیت سے بھی روزہ داروں کے دلوں کے اندر تقویٰ کو تقویت نہ مل سکی تو پھر ہم حضور ﷺ کی اس حدیث کا مصداق بن کر رہ جائیں گے جس میں آپؐ نے فرمایا:

"کتنے روزہ دار ہیں جن کو روزے سے بجز فاقے کے کچھ حاصل نہیں اور کتنے تہجد گذار ہیں جن کو بیداری کے سوا کچھ فائدہ نہیں۔" (ابن ماجہ)

ماہِ رمضان کے فضائل، برکات اور مسائل (1)

(مولانا محمد منظور نعمانی)

(حدیث) ترجمہ!"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:۔ جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں۔ (اور ایک روایت میں بجائے "ابوابِ جنت" کے "ابوابِ رحمت" کا لفظ ہے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

تشریح!! اُستاذ الاساتذہ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے "حجۃ اللہ البالغۃ" میں اِس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اِس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کے صالح اور طاعت شعار بندے رمضان میں چونکہ طاعات و حسنات میں مشغول و منہمک ہو جاتے ہیں، وہ دنوں کو روزہ رکھ کے ذکر و تلاوت میں گزارتے ہیں اور راتوں کا بڑا حصہ تراویح و تہجد اور دُعا و استغفار میں بسر کرتے ہیں اور اُن کے انوار و برکات سے متاثر ہو کر عوام مومنین کے قلوب بھی رمضان مبارک میں عبادات اور نیکیوں کی طرف راغب اور بہت سے گناہوں سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں، تو اسلام اور ایمان کے حلقے میں سعادت اور تقویٰ کے اِس عمومی رُجحان اور نیکی اور عبادت کی اِس عام فضا کے پیدا ہو جانے کی وجہ سے وہ تمام طبائع جن میں کچھ بھی صلاحیت ہوتی ہے اللہ کی مرضیات کی جانب مائل اور شر و خباثت سے متنفر ہو جاتی ہیں، اور پھر اِس ماہ مبارک میں تھوڑے سے عمل خیر کی قیمت بھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے دوسرے دنوں کی بہ نسبت بہت زیادہ بڑھا دی جاتی ہے، تو اِن سب باتوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اِن لوگوں کیلئے جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے اِن پر بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین اِن کو گمراہ کرنے سے عاجز اور بے بس ہو جاتے ہیں۔ معارف الحدیث (جلد چہارم) مکتبہ رشیدیہ نقلہ منڈی ساہیوال)

اِس تشریح کے مطابق اِن تینوں باتوں (یعنی جنت و رحمت کے دروازے کھل جانے، دوزخ کے دروازے بند ہو جانے اور شیاطین کے مقید اور بے بس کر دیئے جانے) کا تعلق صرف اُن اہل ایمان سے ہے جو رمضان مبارک میں خیر و سعادت حاصل کرنے کی طرف مائل ہوتے اور

رمضان کی رحمتوں اور برکتوں سے مستفید ہونے کیلئے عبادات وطاعات کو اپنا شغل بناتے ہیں۔
باقی رہے وہ کفار اور خدا ناشناس اور وہ خدا فراموش اور غفلت شعار لوگ، جو رمضان اور اِس کے احکام و برکات سے کوئی سروکار ہی نہیں رکھتے اور اِس کے آنے پر ان کی زندگیوں میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی ہے، ظاہر ہے کہ اِس قسم کی بشارتوں کا اُن سے کوئی تعلق نہیں، انہوں نے اپنے آپ کو خود ہی محروم کرلیا ہے اور بارہ مہینے شیطان کی پیروی پر وہ مطمئن ہیں تو پھر اللہ کے یہاں بھی اُن کیلئے محرومی کے سوا اور کچھ نہیں۔

(ترجمہ)! حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جنات جکڑ دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے سارے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اِن میں سے کوئی دروازہ بھی کھلا نہیں رہتا اور جنت کے تمام دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اِس کا کوئی دروزہ بھی بند نہیں کیا جاتا اور اللہ کا منادی پکارتا ہے کہ اے خیر اور نیکی کے طالب قدم بڑھا کے آ، اور اے بدی اور بدکرداری کے شائق رُک آگے نہ آ! اور اللہ کی طرف سے بہت سے (گنہگار) بندوں کو دوزخ سے رہائی دیجاتی ہے (یعنی ان کی مغفرت کا فیصلہ فرما دیا جاتا ہے) اور یہ سب رمضان کی ہر رات میں ہوتا رہتا ہے۔

(جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ)

(تشریح) اِس حدیث کے ابتدائی حصے کا مضمون تو وہی ہے جو اِس سے پہلی حدیث کا تھا، آخر میں عالم غیب کے منادی کی جس ندا کا ذکر ہے اگر چہ ہم اس کو اپنے کانوں سے نہیں سنتے اور نہیں سن سکتے، لیکن اس کا یہ اثر اور یہ ظہور ہم اِس دنیا میں بھی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ رمضان میں عموماً اہل ایمان کا رُجحان اور میلان خیر و سعادت والے اعمال کی طرف بڑھ جاتا ہے، یہاں تک کہ بہت سے غیر محتاط اور آزاد منش عامی مسلمان بھی رمضان میں اپنی روش کو کچھ بدل لیتے ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ ملاءِ اعلیٰ کی اُس ندا اور پکار ہی کا ظہور اور اثر ہے۔

(ترجمہ)! حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ خیر کی بخشش اور خلق اللہ کی نفع رسانی میں اللہ کے سب بندوں سے فائق تھے، اور رمضان مبارک میں

آپ کی یہ کریمانہ صفت اور زیادہ ترقی کر جاتی تھی۔ رمضان کی ہر رات میں جبرئیل امین آپؐ سے ملتے تھے، اور رسول اللہ ﷺ اُن کو قرآن مجید سناتے تھے۔ تو جب روزانہ جبرئیل آپؐ سے ملتے تو آپ کی اِس کریمانہ نفع رسانی اور خیر کی بخشش میں اللہ کی بھیجی ہوئی ہواؤں سے بھی زیادہ تیزی آجاتی اور زور پیدا ہو جاتا۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(تشریح) گویا رمضان مبارک کا مہینہ رسول اللہ ﷺ کی طبع مبارک کیلئے بہار و نشاط کا اور نشرِ خیر کی صفت میں ترقی کا مہینہ تھا، اور اِس میں اس چیز کو بھی دخل تھا کہ اِس مہینے کی ہر رات میں اللہ کے خاص پیغامبر جبرئیل امین آتے تھے اور آپ ان کو قرآن مجید سناتے تھے۔

رمضان کی آمد پر رسول اللہ ﷺ کا ایک خطبہ

(ترجمہ)! حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ ماہِ شعبان کی آخری رات کو رسول اللہؐ نے ہم کو ایک خطبہ دیا۔ اُس میں آپ نے فرمایا:۔ اے لوگو! تم پر ایک عظمت اور برکت والا مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے، اس مبارک مہینہ کی ایک رات (شب قدر) ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اِس مہینے کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کئے ہیں اور اِس کی راتوں میں بارگاہِ خداوندی میں کھڑا ہونے (یعنی نماز تراویح پڑھنے) کو نفل عبادت مقرر کیا ہے (جسکا بہت بڑا ثواب رکھا ہے) جو شخص اِس مہینے میں اللہ کی رضا اور اِس کا قرب حاصل کرنے کیلئے کوئی غیر فرض عبادت (یعنی سنت یا نفل) ادا کرے گا تو اِس کو دوسرے زمانہ کے فرضوں کے برابر اِس کو ثواب ملے گا۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔ یہ ہمدردی اور غمخواری کا مہینہ ہے جس میں مومن بندوں کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ جس نے اس مہینے میں کسی روزہ دار کو (اللہ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے کیلئے) افطار کرایا تو اس کے لئے گناہوں کی مغفرت اور آتش دوزخ سے آزادی کا ذریعہ ہو گا اور اس کو روزہ دار کے برابر ثواب دیا جائے گا، بغیر اس کے کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ:۔ یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر ایک کو تو افطار کرانے کا سامان میسر نہیں ہوتا (تو کیا غرباء اس عظیم ثواب سے محروم رہیں گے؟) آپ نے فرمایا کہ:۔ اللہ تعالیٰ یہ ثواب اِس شخص کو بھی دے گا جو دودھ کی تھوڑی سی لسی پر یا صرف پانی ہی کے ایک گھونٹ پر

کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرادے (رسول اللہ ﷺ نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے آگے ارشاد فرمایا کہ) اور جو کوئی کسی روزہ دار کو پورا کھانا کھلادے اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض (یعنی کوثر) سے ایسا سیراب کرے گا جس کے بعد اس کو کبھی پیاس ہی نہیں لگے گی تا آنکہ وہ جنت میں پہنچ جائے گا۔ (اس کے بعد آپ نے فرمایا) اس ماہِ مبارک کا ابتدائی حصہ رحمت ہے اور درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ آتش دوزخ سے آزادی ہے (اس کے بعد آپ نے فرمایا) اور جو آدمی اس مہینے میں اپنے غلام یا خادم کے کام میں تخفیف اور کمی کر دے گا اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادے گا اور اس کو دوزخ سے رہائی اور آزادی دے دیگا۔

(شعب الایمان للبیہقی)

(تشریح)!! اس خطبہ نبوی کا مطلب و مدعا واضح ہے، تاہم اس کے چند اجزاء کی مزید وضاحت کیلئے کچھ عرض کیا جاتا ہے۔

(۱) اس خطبہ میں ماہِ رمضان کی سب سے بڑی اور پہلی عظمت و فضیلت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس میں ایک ایسی رات ہوتی ہے جو ہزار دنوں اور راتوں سے نہیں، بلکہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ یہ بات جیسا کہ معلوم ہے قرآن مجید سورۃ القدر میں بھی بیان فرمائی گئی ہے بلکہ اس پوری سورۃ میں اس مبارک رات کی عظمت اور فضیلت ہی کا بیان ہے، اور اس رات کی عظمت و اہمیت سمجھنے کیلئے بس یہی بات کافی ہے۔

ایک ہزار مہینوں میں قریباً تیس ۳۰ ہزار راتیں ہوتی ہیں، اس لیلۃ القدر کے ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہونے کا مطلب یہ سمجھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھنے والے اور اُس کے قرب و رضا کے طالب بندے اس ایک رات میں قرب الٰہی کی اتنی مسافت طے کر سکتے ہیں جو دوسری ہزاروں راتوں میں طے نہیں سکتی۔ ہم جس طرح اپنی اس مادی دنیا میں دیکھتے ہیں کہ تیز رفتار ہوائی جہاز یا راکٹ کے ذریعہ اب ایک دن بلکہ ایک گھنٹہ میں اُس سے زیادہ مسافت طے کی جا سکتی ہے جتنی پرانے زمانے میں سینکڑوں برس میں طے ہوا کرتی تھی۔ اسی طرح حصول رضائے خداوندی اور قرب الٰہی کے سفر کی رفتار لیلۃ القدر میں اتنی تیز کر دی جاتی ہے کہ جو بات صادق

طالبوں کو سینکڑوں مہینوں میں حاصل نہیں ہو سکتی، وہ اس مبارک رات میں حاصل ہو جاتی ہے۔

اِسی طرح اور اِسی کی روشنی میں حضورؐ کے اِس ارشاد کا مطلب بھی سمجھنا چاہئے کہ اِس مبارک مہینہ میں جو شخص کسی قسم کی نفلی نیکی کرے گا اِس کا ثواب دوسرے زمانہ کی فرض نیکی کے برابر ملے گا، اور فرض نیکی کرنے والے کو دوسرے زمانہ کے ستر فرض ادا کرنے کا ثواب ملے گا۔ گویا "لیلۃ القدر" کی خصوصیت تو رمضان المبارک کی ایک مخصوص رات کی خصوصیت ہے، لیکن نیکی کا ثواب ستر فیصد ملنا یہ رمضان کے ہر دن اور ہر رات کی برکت اور فضیلت ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اِن حقیقتوں کا یقین نصیب فرمائے اور ان سے مستفید اور متمتع ہونے کی توفیق دے۔

(۲) اِس خطبہ میں رمضان کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ یہ صبر اور غمخواری کا مہینہ ہے۔ دینی زبان میں صبر کے اصل معنی ہیں اللہ کی رضا کیلئے اپنے نفس کی خواہشوں کو دبانا اور تلخیوں اور ناگواریوں کو جھیلنا۔ ظاہر ہے کہ روزہ کا اول و آخر بالکل یہی ہے، اِسی طرح روزہ رکھ کر ہر روزہ دار کو تجربہ ہوتا ہے کہ فاقہ کیسی تکلیف کی چیز ہے، اِس سے اُس کے اندر اُن غرباء اور مساکین کی ہمدردی اور غمخواری کا جذبہ پیدا ہونا چاہئے، جو بیچاری ناداری کی وجہ سے فاقوں پہ فاقے کرتے ہیں، اِس لئے رمضان کا مہینہ بلاشبہ صبر اور غمخواری کا مہینہ ہے۔

(۳) یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ:۔۔۔"اِس بابرکت مہینہ میں اہل ایمان کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے"۔ اِس کا تجربہ تو بلا استثناء ہر صاحب ایمان روزہ دار کو ہوتا ہے کہ رمضان مبارک میں جتنا اچھا اور جتنی فراغت سے کھانے پینے کو ملتا ہے باقی گیارہ مہینوں میں اتنا نصیب نہیں ہوتا، خواہ اِس عالم اسباب میں وہ کسی بھی راستے سے آئے، سب اللہ ہی کے حکم سے اور اسی کے فیصلے سے آتا ہے۔

(۴) خطبہ کے آخر میں فرمایا گیا ہے کہ: "رمضان کا ابتدائی حصہ رحمت ہے، درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ جہنم سے آزادی کا وقت ہے"۔

اِس عاجز کے نزدیک اس کی راجح اور دل کو زیادہ لگنے والی توجیہ اور تشریح یہ ہے کہ رمضان کی برکتوں سے مستفید ہونے والے بندے تین طرح کے ہو سکتے ہیں، ایک وہ اصحاب صلاح وتقوی

جو ہمیشہ گناہوں سے بچنے کا اہتمام رکھتے ہیں اور جب کبھی اِن سے کوئی خطا اور لغزش ہو جاتی ہے تو اِسی وقت توبہ واستغفار سے اِس کی صفائی وتلافی کر لیتے ہیں، تو اِن بندوں پر تو شروع مہینہ ہی سے بلکہ اِس کی پہلی ہی رات سے اللہ کی رحمتوں کی بارش ہونے لگتی ہے۔ دوسرا طبقہ اِن لوگوں کا ہے جو ایسے متقی اور پرہیزگار تو نہیں ہیں لیکن اِس لحاظ سے بالکل گئے گزرے بھی نہیں ہیں، تو ایسے لوگ جب رمضان کے ابتدائی حصے میں روزوں اور دوسرے اعمال خیر اور توبہ واستغفار کے ذریعے اپنے حال کو بہتر اور اپنے کو رحمت ومغفرت کے لائق بنا لیتے ہیں، تو درمیانی حصے میں ان کی بھی مغفرت اور معافی کا فیصلہ فرما دیا جاتا ہے۔ اور تیسرا طبقہ اِن لوگوں کا ہے جو اپنے نفسوں پر بہت ظلم کر چکے ہیں اور ان کا حال بڑا ابتر رہا ہے اور اپنی بداعمالیوں سے وہ گویا دوزخ کے پورے پورے مستحق ہو چکے ہیں، وہ بھی جب رمضان کے پہلے اور درمیانی حصے میں عام مسلمانوں کے ساتھ روزے رکھ کے اور توبہ واستغفار کر کے اپنی سیاہ کاریوں کی کچھ صفائی اور تلافی کر لیتے ہیں تو اخیر عشیرہ میں (جو دریائے رحمت کے جوش کا عشرہ ہے) اللہ تعالیٰ دوزخ سے ان کی نجات اور رہائی کا فیصلہ فرما دیتا ہے۔

اِس تشریح کی بناء پر رمضان مبارک کے ابتدائی حصے کی رحمت، درمیانی حصے کی مغفرت اور آخری حصے میں جہنم سے آزادی کا تعلق بالترتیب اُمت مسلمہ کے ان مذکورہ بالا تین طبقوں سے ہو گا۔ واللہ اعلم!

روزہ کی قدر وقیمت اور اِس کا صلہ!

(ترجمہ)! حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (روزہ کی فضیلت اور قدر وقیمت بیان کرتے ہوئے) ارشاد فرمایا کہ آدمی کے ہر اچھے عمل کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا بڑھایا جاتا ہے (یعنی اِس اُمت مرحومہ کے اعمال خیر کے متعلق عام قانونِ الٰہی یہی ہے کہ ایک نیکی کا اجر اگلی اُمتوں کے لحاظ سے کم از کم دس گنا ضرور عطا ہو گا اور بعض اوقات عمل کرنے کے خاص حالات اور اخلاص وخشیت وغیرہ کیفیات کی وجہ سے اس سے بھی بہت زیادہ عطا ہو گا، یہاں تک کہ بعض مقبول بندوں کو اُن کے اعمال حسنہ کا اجر سات سو گنا عطا فرمایا

جائے گا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اِس عام قانونِ رحمت کا ذکر فرمایا، مگر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:۔ روزہ اِس عام قانون سے مستثنیٰ اور بالاتر ہے، وہ بندہ کی طرف سے خاص میرے لئے ایک تحفہ ہے، اور میں ہی (جس طرح چاہوں گا) اِس کا اجروثواب دوں گا۔ میرا بندہ میری رضا کے واسطے اپنی خواہش نفس اور اپنا کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے (پس میں خود ہی اپنی مرضی کے مطابق اس کی اِس قربانی اور نفس کشی کا صلہ دوں گا) روزہ دار کیلئے دو مسرتیں ہیں۔

ایک افطار کے وقت اور دوسری اپنے مالک و مولیٰ کی بارگاہ میں حضوری اور شرفِ باریابی کے وقت۔ اور قسم ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی بہتر ہے (یعنی انسانوں کیلئے مشک کی خوشبو جتنی اچھی اور جتنی پیاری ہے اللہ کے ہاں روزہ دار کے منہ کی بو اُس سے بھی اچھی ہے) اور روزہ (دُنیا میں شیطان و نفس کے حملوں سے بچاؤ کیلئے اور آخرت میں آتش دوزخ سے حفاظت کیلئے) ڈھال ہے۔ اور جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو چاہیئے کہ وہ بیہودہ اور فحش باتیں نہ بکے اور شور وشغب نہ کرے اور اگر کوئی دوسرا اِس سے گالی گلوچ یا جھگڑا ٹنٹا کرے تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

(تشریح) حدیث کے اکثر وضاحت طلب اجزاء کی تشریح ترجمہ کے ضمن میں کردی گئی ہے۔ آخر میں رسول اللہ ﷺ نے جو یہ ہدایت فرمائی ہے کہ:۔ ''جب کسی کا روزہ ہو تو وہ فحش اور گندی باتیں اور شور وشغب بالکل نہ کرے، اور اگر بالفرض کوئی دوسرا اِس سے اُلجھے اور گالیاں بکے جب بھی یہ کوئی سخت بات نہ کہے، بلکہ صرف اتنا کہہ دے کہ:۔ بھائی! میرا روزہ ہے''۔ اِس آخری ہدایت میں ارشاد ہے کہ اِس حدیث میں روزہ کی جو خاص فضیلتیں اور برکتیں بیان کی گئی ہیں یہ انہی روزں کی ہیں جن میں شہوتِ نفس اور کھانے پینے کے علاوہ گناہوں سے حتیٰ کہ بُری اور ناپسندیدہ باتوں سے بھی پرہیز کیا گیا ہو۔ ایک دوسری حدیث میں (جو عنقریب درج ہوگی) فرمایا گیا ہے کہ:۔ جو شخص روزہ رکھے لیکن بُرے کاموں اور غلط باتوں سے پرہیز نہ کرے تو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی اللہ کو کوئی احتیاج نہیں ہے۔

(ترجمہ)! حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا کہ:۔ جنت کے دروازوں میں ایک خاص دروازہ ہے جس کو "باب الریان" کہا جاتا ہے اِس دروازہ سے قیامت کے دن صرف روزہ داروں کا داخلہ ہوگا، اِن کے سوا کوئی اِس دروازے سے داخل نہیں ہو سکے گا۔ اِس دن پکارا جائے گا کہ کدھر ہیں وہ بندے جو اللہ کیلئے روزے رکھا کرتے تھے اور بھوک پیاس کی تکلیف اُٹھایا کرتے تھے) وہ اِس پکار پر چل پڑیں گے، اِن کے سوا کسی اور کا اِس دروازے سے داخلہ نہیں ہو سکے گا۔ جب وہ روزہ دار اِس دروازے سے جنت میں پہنچ جائیں گے تو یہ دروازہ بند کر دیا جائے، پھر کسی کا اِس سے داخلہ نہیں ہو سکے گا۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(تشریح) روزہ میں جس تکلیف کا احساس سب سے زیادہ ہوتا ہے اور جو روزہ دار کی سب سے بڑی قربانی ہے وہ اِس کا پیاسا رہنا ہے، اِس لئے اس کو جو صلہ اور انعام دیا جائے اُس میں سب سے زیادہ نمایاں اور غالب پہلو سیرانی کا ہونا چاہیے۔ اِسی مناسبت سے جنت میں روزہ داروں کے داخلہ کیلئے جو مخصوص دروازہ مقرر کیا گیا ہے اِس کی خاص صفت سیرابی و شادابی ہے۔ ریان کے لغوی معنی ہیں، پورا پورا سیراب، یہ بھرپور سیرابی تو اِس دروازہ کی صفت ہے۔ جس سے روزہ داروں کا داخلہ ہوگا، آگے جنت میں پہنچ کر جو کچھ اللہ تعالیٰ کے انعامات اِن پر ہوں گے ان کا علم تو بس اُس اللہ تعالیٰ ہی کو ہے جس کا ارشاد ہے کہ:۔

اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ ○

"بندہ کا روزہ بس میرے لئے ہے اور میں خود ہی اِس کا صلہ دوں گا"۔

(ترجمہ) حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ:۔ مجھے کسی عمل کا حکم فرمائیے، جس سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع دے؟۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:۔ روزہ رکھا کرو، اِس کی مثل کوئی بھی عمل نہیں ہے۔ (سنن نسائی)

(تشریح) نماز، روزہ، صدقہ، حج اور خلق اللہ کی خدمت وغیرہ اعمال صالحہ میں یہ بات مشترک ہونے کے باوجود کہ یہ سب تقرب الی اللہ کا ذریعہ اور وسیلہ ہیں ان کی الگ الگ کچھ خاص تاثیرات اور خصوصیات بھی ہیں جن میں یہ ایک دوسرے سے ممتاز اور منفرد ہیں۔ گویا!

"ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است"

اِن انفرادی اور امتیازی خصوصیات کے لحاظ سے اِن میں سے ہر ایک کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ:۔ "اِس کے مثل کوئی عمل نہیں ہے"۔ مثلاً نفس کو مغلوب اور مقہور کرنے اور اس کی خواہشوں کو دبانے کے لحاظ سے کہا جا سکتا ہے کہ اِس صفت میں کوئی دوسرا عمل روزہ کے مثل نہیں ہے۔ پس حضرت ابوامامہ کی اِس حدیث میں روزہ کے بارے میں جو فرمایا گیا ہے کہ:۔ "اِس کے مثل کوئی عمل نہیں ہے" اِس کی حقیقت یہی سمجھنی چاہئے۔ نیز ملحوظ رہنا چاہئے کہ ابوامامہ کے خاص حالات میں اُن کیلئے زیادہ نفع مند روزہ ہی تھا، اِس لئے رسول اللہ ﷺ نے ان کو اسی کی ہدایت فرمائی۔ اور اسی حدیث کی بعض روایات میں ہے کہ ابوامامہ نے یہ جواب پانے کے بعد دوبارہ اور سہ بارہ بھی عرض کیا کہ "مجھے کسی عمل کا حکم فرمایئے جس کو میں کیا کروں" تو دونوں دفعہ آپ نے روزہ ہی کی ہدایت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ:۔ بس روزہ رکھا کرو، اِس کے مثل کوئی دوسرا عمل نہیں ہے۔ یعنی تمہارے خاص حالات میں تم کو اسی سے زیادہ نفع ہوگا۔ واللہ اعلم!

روزہ اور تراویح باعث مغفرت

(ترجمہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ رمضان کے روزے ایمان واحتساب کے ساتھ رکھیں گے ان کے سب گذشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور ایسے ہی جو لوگ ایمان واحتساب کے ساتھ رمضان کی راتوں میں نوافل (تراویح وتہجد) پڑھیں گے اُن کے بھی سب پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے، اور اسی طرح جو لوگ شب قدر میں ایمان واحتساب کے ساتھ نوافل پڑھیں گے اُن کے بھی سارے پہلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

(تشریح) اِس حدیث میں رمضان کے روزوں، اِس کی راتوں کے نوافل اور خصوصیت سے شب قدر کے نوافل کو پچھلے گناہوں کی مغفرت اور معافی کا یقینی وسیلہ بنایا گیا ہے۔ بشرطیکہ یہ روزے اور نوافل ایمان واحتساب کے ساتھ ہوں۔ یہ ایمان واحتساب خاص دینی اصطلاحیں ہیں، اور ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو نیک عمل کیا جائے اِس کی بنیاد اور اِس کا محرک بس اللہ و

رسول کو ماننا اور ان کے وعدہ و وعید پر یقین لانا اور ان کے بتائے ہوئے اجر و ثواب کی طمع اور امید ہی ہو، کوئی دوسرا جذبہ اور مقصد اِس کا محرک نہ ہو۔ اِسی ایمان واحتساب سے ہمارے ایمان کا تعلق اللہ تعالیٰ سے جڑتا ہے، بلکہ یہی ایمان واحتساب ہمارے اعمال کے قلب و روح ہیں، اگر یہ نہ ہوں تو پھر ظاہر کے لحاظ سے بڑے سے بڑے اعمال بھی بے جان اور کھوکھلے ہیں جو خدانخواستہ قیامت کے دن کھوٹے سکے ثابت ہوں گے اور ایمان واحتساب کے ساتھ بندے کا ایک عمل بھی اللہ کے ہاں اتنا عزیز اور قیمتی ہے کہ اِس کے صدقہ اور طفیل میں اِس کے برسہا برس کے گناہ معاف ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایمان واحتساب کی یہ صفت اپنے فضل سے نصیب فرمائے۔

روزہ اور قرآن کی شفاعت

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روزہ اور قرآن دونوں بندے کی سفارش کریں گے (یعنی اُس بندے کی جو دن میں روزے رکھے گا اور رات میں اللہ کے حضور میں کھڑے ہو کر اُس کا پاک کلام قرآن مجید پڑھے گا یا سنے گا)۔ روزہ عرض کرے گا۔اے میرے پروردگار! میں نے اِس بندے کو کھانے پینے اور نفس کی خواہش کو پورا کرنے سے روکے رکھا تھا، آج میری سفارش اِس کے حق میں قبول فرما (اور اِس کے ساتھ مغفرت و رحمت کا معاملہ فرما)۔ اور قرآن کہے گا کہ:۔ میں نے اِس کو رات کے سونے اور آرام کرنے سے روکے رکھا تھا، خداوندا! آج اِس کے حق میں میری سفارش قبول فرما (اور اِس کے ساتھ بخشش اور عنایت کا معاملہ فرما) چنانچہ روزہ اور قرآن دونوں کی سفارش اس بندہ کے حق میں قبول فرمائی جائے گی (اور اِس کیلئے جنت اور مغفرت کا فیصلہ فرما دیا جائے گا) اور خاص مراحم خسروانہ سے اِس کو نوازا جائے گا۔ (شعب الایمان للبیہقی)

(تشریح) کیسے خوش نصیب ہیں وہ بندے جن کے حق میں اُن کے روزوں کی اور نوافل میں اُن کے پڑھے ہوئے یا سنے ہوئے قرآنِ پاک کی سفارش قبول ہو گی، یہ اُن کیلئے کیسی مسرت اور فرحت کا وقت ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے اِس سیاہ کار بندے کو بھی محض اپنے کرم سے اُن خوش

بختوں کے ساتھ کردے۔

رمضان کا ایک روزہ چھوڑنے کا نقصان نا قابل تلافی

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جو آدمی سفر وغیرہ کی شرعی رُخصت کے بغیر اور بیماری (جیسے کسی عذر کے بغیر رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑ دے وہ اگر اِس کے بجائے عمر بھر بھی روزے رکھے تو جو چیز فوت ہوگئی وہ پوری ادا نہیں ہوسکتی۔ (مسند احمد، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ، سنن دارمی)

(اور صحیح بخاری میں بھی بغیر سند کے ایک ترجمہ باب میں اِس حدیث کا ذکر کیا گیا ہے)

(تشریح) حدیث کا مدعا اور مطلب یہ ہے کہ شرعی عذر اور رُخصت کے بغیر رمضان کا ایک روزہ دانستہ چھوڑنے سے رمضان مبارک کی خاص برکتوں اور اللہ تعالیٰ کی خاص الخاص رحمتوں سے جو محرومی ہوتی ہے، عمر بھر نفل روزے رکھنے سے بھی اِس محرومی اور خُسران کی تلافی نہیں ہوسکتی، اگرچہ ایک روزے کی قانونی قضا ایک ہی دن کا روزہ ہے، لیکن اِس سے ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا جو روزہ چھوڑنے سے کھو گیا۔ پس جو لوگ بے پروائی کے ساتھ رمضان کے روزے چھوڑتے ہیں وہ سوچیں کہ اپنے آپ کو وہ کتنا نقصان پہنچاتے ہیں۔

روزے میں معصیتوں سے پرہیز

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:۔ جو آدمی روزہ رکھتے ہوئے باطل کلام اور باطل کام نہ چھوڑے، تو اللہ کو اِس کے بھوکے پیاسے رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ (صحیح بخاری)

(تشریح) معلوم ہوا کہ اللہ کے ہاں روزے کے مقبول ہونے کیلئے ضروری ہے کہ آدمی کھانا پینا چھوڑنے کے علاوہ معصیات و منکرات سے بھی زبان و دہن اور دوسرے اعضاء کی حفاظت کرے۔ اگر کوئی شخص روزہ رکھے اور گناہ کی باتیں اور گناہ والے اعمال کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ کو اِس کے روزے کی کوئی پروا نہیں۔

عشرہ اخیر اور لیلۃ القدر

جس طرح رمضان المبارک کو دوسرے مہینوں کے مقابلے میں فضیلت حاصل ہے اُسی طرح اِس کا آخری عشرہ پہلے دونوں عشروں سے بہتر ہے اور لیلۃ القدر اکثر و بیشتر اِسی عشرہ میں ہوتی ہے۔ اِس لئے رسول اللہ ﷺ عبادت وغیرہ کا اہتمام اِس میں اور زیادہ کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اِس کی ترغیب دیتے تھے۔

(ترجمہ) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں عبادت وغیرہ میں مجاہدہ کرتے اور وہ مشقت اُٹھاتے جو دوسرے دنوں میں نہیں کرتے تھے۔ (صحیح مسلم)

(ترجمہ) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:۔ جب رمضان کا عشرہ اخیر شروع ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کمر کس لیتے اور شب بیداری کرتے (یعنی ازواج مطہرات اور دوسرے متعلقین) کو بھی جگا دیتے (تاکہ وہ بھی اِن راتوں کی برکتوں اور سعادتوں میں حصہ لیں۔) (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

(ترجمہ) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:۔ شب قدر کو تلاش کرو رمضان کی آخری دس راتوں میں سے طاق راتوں میں۔

(صحیح بخاری)

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ شب قدر زیادہ تر عشرہ اخیرہ کی طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات ہوتی ہے، یعنی اکیسویں یا تیئسویں یا پچیسویں یا ستائیسویں یا انتیسویں۔ شب قدر کی اگر اِس طرح تعیین کر دی جاتی کہ وہ خاص فلاں رات ہے تو بہت سے لوگ بس اِسی رات میں عبادت وغیرہ کا خاص اہتمام کیا کرتے اللہ تعالیٰ نے اِس کو اس طرح مبہم رکھا کہ قرآن مجید میں ایک جگہ فرمایا گیا کہ قرآن شب قدر میں نازل ہوا۔ اور دوسری جگہ فرمایا گیا کہ قران کا نزول ماہِ رمضان میں ہوا۔ اِس سے اشارہ ملا کہ وہ شب قدر رمضان کی راتوں میں سے کوئی رات تھی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے مزید نشاندہی کے طور پر فرمایا کہ:۔ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں اِس کا زیادہ امکان ہے، لہٰذا اِن راتوں کا خاص اہتمام کیا جائے۔ اِس مضمون کی حدیثیں

حضرت عائشہ صدیقہؓ کے علاوہ دوسرے صحابہ کرامؓ سے بھی مروی ہیں اور بعض صحابہؓ کا خیال تھا کہ شب قدر عموماً رمضان کی ستائیسویں ہی ہوتی ہے۔

(ترجمہ) زر ابن حبیش جو اکابر تابعین میں سے ہیں بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ کے دینی بھائی عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ جو کوئی پورے سال کی راتوں میں کھڑا ہوگا (یعنی ہر رات عبادت کیا کرے گا) اس کو شب قدر نصیب ہو ہی جائے گی (یعنی لیلۃ القدر سال کی کوئی نہ کوئی رات ہوتی ہے، پس جو اس کی برکات کا طالب ہو اُسے چاہئے کہ سال کی ہر رات کو عبادت سے معمور کرے اس طرح وہ یقینی طور پر شب قدر کی برکات پا سکے گا۔ (زر ابن حبیش نے حضرت ابن مسعود کی یہ بات نقل کر کے حضرت ابی بن کعب سے دریافت کیا کہ آپ کا اِس بارے میں کیا ارشاد ہے) انہوں نے فرمایا کہ بھائی ابن مسعود پر خدا کی رحمت ہو، ان کا مقصد اِس بات سے یہ تھا کہ لوگ (کسی ایک ہی رات کی عبادت پر) قناعت نہ کرلیں ورنہ اِن کو یہ بات یقیناً معلوم تھی کہ شب قدر رمضان ہی کے مہینہ میں ہوتی ہے اور اِس کے بھی خاص آخری عشرہ ہی میں ہوتی ہے (یعنی اکیسویں سے انتیسویں یا تیسویں تک) اور وہ معین ستائیسویں شب ہے۔ پھر انہوں نے پوری قطعیت کے ساتھ قسم کھا کر کہا کہ:۔ وہ بلاشبہ ستائیسویں شب ہی ہوتی ہے (اور اپنے یقین واطمینان کے اظہار کیلئے قسم کے ساتھ) انہوں نے انشاء اللہ بھی نہیں کہا (زر ابن حبیش کہتے ہیں کہ) میں نے عرض کیا کہ اے ابوالمنذر! (یہ حضرت اُبی کی کنیت ہے) یہ آپ کس بناء پر فرماتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا کہ:۔ میں یہ بات اِس نشانی کی بنا پر کہتا ہوں جس کی رسول اللہ ﷺ نے ہم کو خبر دی تھی اور وہ یہ کہ شب قدر کی صبح کو جب سورج نکلتا ہے تو اِس کی شعاع نہیں ہوتی۔ (صحیح مسلم)

(تشریح) حضرت اُبی بن کعبؓ کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے جو قطعیت کیساتھ یہ بات کہی کہ شب قدر معین طور سے ستائیسویں شب ہی ہوتی ہے۔ یہ بات انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنی تھی، بلکہ رسول اللہ ﷺ نے اِس کی جو ایک خاص نشانی بتائی تھی انہوں نے چونکہ وہ نشانی عموماً ستائیسویں شب کی صبح ہی کو دیکھی تھی، اس لئے یقین کے ساتھ انہوں نے

رائے قائم کرلی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے کبھی تو یہ فرمایا کہ اس کو آخری عشرہ میں تلاش کرو، اور کبھی فرمایا کہ آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو، کبھی عشرہ اخیر کی پانچ طاق راتوں میں سے چار یا تین راتوں کیلئے فرمایا، کسی خاص رات کی تعین آپ نے نہیں فرمائی۔ ہاں بہت سے اصحاب ادراک کا تجربہ یہی ہے کہ وہ زیادہ تر ستائیسویں شب ہی ہوتی ہے۔ اس عدم تعیین کی بڑی حکمت یہی ہے کہ طالب بندے مختلف راتوں میں عبادت وذکر ودُعا کا اہتمام کریں، ایسا کرنے والوں کی کامیابی یقینی ہے۔

(ترجمہ) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔ جب شب قدر ہوتی ہے تو جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کے جھرمٹ میں نازل ہوتے ہیں اور ہر اُس بندے کیلئے دُعائے مغفرت کرتے ہیں جو کھڑا یا بیٹھا اللہ کے ذکر وعبادت میں مشغول ہوتا ہے۔

(شعب الایمان للبیہقی)

شب قدر کی خاص دُعا

(ترجمہ) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے بتایئے کہ اگر مجھے معلوم ہوجائے کہ کونسی رات شب قدر ہے تو میں اُس رات اللہ سے کیا عرض کروں اور کیا دُعا مانگوں؟ آپؐ نے فرمایا، یہ عرض کرو!

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ o

اے میرے اللہ! تو بہت معاف فرمانے والا اور بڑا کرم فرما ہے اور معاف کردینا تجھے پسند ہے، پس تو میری خطائیں معاف فرمادے۔ (مسند احمد، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ)

(تشریح) اس حدیث کی بناء پر اللہ کے بہت سے بندوں کا یہ معمول ہے کہ وہ ہر رات میں یہ دُعا خصوصیت سے کرتے ہیں اور رمضان مبارک کی راتوں میں اور ان میں سے بھی خاص کر آخری عشرہ کی طاق راتوں میں اس دُعا کا اور بھی زیادہ اہتمام کرتے ہیں۔

رمضان کی آخری رات

(ترجمہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:۔

رمضان کی آخری رات میں اُمت کیلئے مغفرت اور بخشش کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔آپ سے دریافت کیا گیا:۔یارسول اللہ ﷺ کیا وہ شب قدر ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ:۔شب قدر تو نہیں ہوتی ،لیکن بات یہ ہے کہ عمل کرنے والا جب اپنا عمل پورا کردے تو اِس کو پوری اُجرت مل جاتی ہے۔

(مسند احمد)

(تشریح) اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمضان مبارک کی آخری رات بھی خاص مغفرت کے فیصلہ کی رات ہے۔لیکن اِس رات میں مغفرت اور بخشش کا فیصلہ اُنہی بندوں کیلئے ہوگا جو رمضان مبارک کے عملی مطالبات کسی درجہ میں پورے کر کے اُس کا استحقاق پیدا کرلیں۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِس کی توفیق دے۔

اعتکاف

رمضان مبارک اور بالخصوص اِس کے آخری عشرہ کے اعمال میں سے ایک اعتکاف بھی ہے۔اعتکاف کی حقیقت یہ ہے کہ ہر طرف سے یکسو اور سب سے منقطع ہو کر بس اللہ سے لو لگا کے اُس کے در پہ (یعنی کسی مسجد کے کونہ میں) پڑ جائے،اور سب سے الگ تنہائی میں اس کی عبادت اور اسی کے ذکر وفکر میں مشغول رہے،یہ خواص بلکہ اخص الخواص کی عبادت ہے۔اِس عبادت کیلئے بہترین وقت رمضان مبارک اور خاص کر اِس کا آخری عشرہ ہی ہوسکتا تھا اِس لئے اسی کو اس کیلئے انتخاب کیا گیا۔

نزول قرآن سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی طبیعت مبارک میں سب سے یکسو اور الگ ہو کر تنہائی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اِس کے ذکر وفکر کا جو بے تابانہ جذبہ پیدا ہوا تھا۔جس کے نتیجہ میں آپ مسلسل کئی مہینے غار حرا میں خلوت گزینی کرتے رہے،گویا آپ کا پہلا اعتکاف تھا اور اِس اعتکاف ہی میں آپ کی روحانیت اِس مقام تک پہنچ گئی تھی کہ آپ پر قرآن مجید کا نزول شروع ہوجائے۔چنانچہ حرا کے اِس اعتکاف کے آخری ایام ہی میں اللہ کے حامل وحی فرشتے جبرئیلؑ سورہ اقراء کی ابتدائی آیتیں لے کر نازل ہوئے۔تحقیق یہ ہے کہ یہ رمضان مبارک کا مہینہ ہے اور اِس کا آخری عشرہ تھا اور وہ رات شب قدر تھی،اِس لئے بھی اعتکاف کیلئے رمضان مبارک کے

آخری عشرہ کا انتخاب کیا گیا۔

روح کی تربیت وترقی اور نفسانی قوتوں پر اس کو غالب کرنے کیلئے پورے مہینے رمضان کے روزے تو تمام افرادِ اُمت پر فرض کئے گئے، گویا کہ اپنے باطن میں ملکوتیت کو غالب اور بہیمیت کو مغلوب کرنے کیلئے اتنا مجاہدہ اور نفسانی خواہشات کی اتنی قربانی تو ہر مسلمان کیلئے لازم کردی گئی کہ وہ اِس پورے محترم اور مقدس مہینے میں اللہ کے حکم کی تعمیل اور اِس کی عبادت کی نیت سے دن کو نہ کھاوے نہ پیوے، نہ بیوی سے متمع ہو، اور اسی کے ساتھ ہر قسم کے گناہوں بلکہ فضول باتوں سے بھی پرہیز کرے اور یہ پورا مہینہ ان پابندیوں کے ساتھ گزارے۔ پس یہ تو رمضان المبارک میں روحانی تربیت وتزکیہ کا عوامی اور کمپلسری کورس مقرر کیا گیا، اور اس سے آگے تعلق باللہ میں ترقی اور ملاءِ اعلیٰ سے خصوصی مناسبت پیدا کرنے کیلئے اعتکاف رکھا گیا۔

اِس اعتکاف میں اللہ کا بندہ سب سے کٹ کے اور سب سے ہٹ کے اپنے مالک ومولا کے آستانے پر اور گویا اِسی کے قدموں میں پڑ جاتا ہے، اِس کو یاد کرتا ہے، اِسی کے دھیان میں رہتا ہے۔ اِس کی تسبیح وتقدیس کرتا ہے، اُس کے حضور میں توبہ واستغفار کرتا ہے، اپنے گناہوں اور قصوروں پر روتا ہے اور رحیم وکریم مالک سے رحمت ومغفرت مانگتا ہے، اِس کی رضا اور اِس کا قرب چاہتا ہے۔ اِسی حال میں اِس کے دن گزرتے ہیں اور اِسی حال میں اس کی راتیں۔۔۔ ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر کسی بندے کی سعادت اور کیا ہو سکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ اہتمام سے ہر سال رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف فرماتے تھے، بلکہ ایک سال کسی وجہ سے رہ گیا تو اگلے سال آپ نے دو عشروں کا اعتکاف فرمایا۔ اِس تمہید کے بعد اِس سلسلے کی حدیثیں پڑھئے۔

(ترجمہ) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے، وفات تک آپ کا یہ معمول رہا، آپکے بعد آپ کی ازواج مطہرات اہتمام سے اعتکاف کرتی رہیں۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

(تشریح) ازواج مطہرات اپنے حجروں میں اعتکاف فرماتی تھیں اور خواتین کے لئے اعتکاف کی جگہ اُن کے گھر کی وہی جگہ ہے جو انہوں نے نماز پڑھنے کی مقرر کر رکھی ہو، اگر گھر میں

نماز کی کوئی خاص جگہ مقرر نہ ہو تو اعتکاف کرنے والی خواتین کو ایسی جگہ مقرر کر لینی چاہئے۔

(ترجمہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:۔ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ ایک سال آپ اعتکاف نہیں کر سکے، تو اگلے سال بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔ (جامع ترمذی)

(تشریح) حضرت انسؓ کی اِس روایت میں یہ مذکور نہیں ہے کہ ایک سال اعتکاف نہ ہو سکنے کی کیا وجہ پیش آئی تھی۔ سنن نسائی اور سنن ابی داؤد وغیرہ میں حضرت ابی بن کعب کی ایک حدیث مروی ہے اُس میں تصریح ہے کہ ایک سال رمضان کے عشرہ اخیر میں آپ کو کوئی سفر کرنا پڑ گیا تھا اِس کی وجہ سے اعتکاف نہیں ہو سکا تھا اس لئے اگلے سال آپ نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔

اور صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے مروی ہے کہ جس سال آپ کا وصال ہوا اِس سال کے رمضان میں بھی آپ نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا تھا۔ یہ بیس دن کا اعتکاف غالباً اِس وجہ سے فرمایا تھا کہ آپ کو یہ اشارہ مل چکا تھا کہ عنقریب آپ کو اس دنیا سے اُٹھا لیا جائے گا اِس لئے اعتکاف جیسے اعمال کا شغف بڑھ جانا بالکل قدرتی بات تھی۔

وعدہ وصل چوں شود نزدیک
آتش شوق تیز تر گردد

(ترجمہ) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ معتکف کیلئے شرعی دستور اور ضابطہ یہ ہے کہ وہ نہ مریض کی عیادت کو جائے، نہ نماز جنازہ میں شرکت کیلئے باہر نکلے، نہ عورت سے صحبت کرے، نہ بوس و کنار کرے، اور اپنی ضرورتوں کیلئے بھی مسجد سے باہر نہ جائے سوائے اُن حوائج کے جو بالکل ناگزیر ہیں (جیسے پیشاب پاخانہ وغیرہ) اور اعتکاف (روزہ کے ساتھ ہونا چاہئے) بغیر روزہ کے اعتکاف نہیں اور جامع مسجد میں ہونا چاہئے، اِس کے سوا نہیں۔

(سنن ابی داؤد)

(تشریح) اِس سلسلہ معارف الحدیث میں یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ صحابہ کرامؓ میں

سے جب کوئی یہ کہے کہ ''سنت'' یہ ہے تو اِس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ شرعی مسئلہ یہ ہے اور سمجھا جاتا ہے کہ یہ مسئلہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ارشاد یا طرزِ عمل سے جانا ہے اِس لئے یہ حدیث مرفوع ہی کے حکم میں ہوتا ہے۔ اس بناء پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اِس حدیث میں اعتکاف کے جو مسائل بیان کئے گئے ہیں وہ نبوی ہدایات ہی کے حکم میں ہیں، اِس کے بالکل آخر میں ''مسجد جامع'' کا جو لفظ ہے اِس سے مراد جماعت والی مسجد ہے یعنی ایسی مسجد جس میں پانچوں وقت جماعت پابندی سے ہوتی ہو۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اعتکاف کیلئے روزہ بھی شرط ہے اور جماعت والی مسجد کا ہونا بھی۔

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اعتکاف کرنے والے کے بارے میں فرمایا کہ وہ (اعتکاف کی وجہ سے اور مسجد میں مقید ہو جانے کی وجہ سے) گناہوں سے بچا رہتا ہے اور اِس کا نیکیوں کا حساب ساری نیکیاں کرنے والے بندے کی طرح جاری رہتا ہے، اور نامہ اعمال میں لکھا جاتا رہتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ)

(تشریح) جب بندہ اعتکاف کی نیت سے اپنے کو مسجد میں مقید کر دیتا ہے تو اگرچہ وہ عبادت اور ذکر و تلاوت وغیرہ کے راستہ سے اپنی نیکیوں میں خوب اضافہ کرتا ہے لیکن بعض بہت بڑی نیکیوں سے وہ مجبور بھی ہو جاتا ہے، مثلاً وہ بیماروں کی عیادت اور خدمت نہیں کر سکتا جو بہت بڑے ثواب کا کام ہے، کسی لاچار، مسکین، یتیم اور بیوہ کی مدد کیلئے دوڑ دھوپ نہیں کر سکتا، کسی میت کو غسل نہیں دے سکتا، جو اگر ثواب کیلئے اور اخلاص کے ساتھ ہو تو بہت بڑے اجر کا کام ہے، اِسی طرح نماز جنازہ کی شرکت کیلئے نہیں نکل سکتا، میت کے ساتھ قبرستان نہیں جا سکتا جس کے ایک ایک قدم پر گناہ معاف ہوتے ہیں اور نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ لیکن اِس حدیث میں اعتکاف والے کو بشارت سنائی گئی ہے کہ اُس کے حساب اور اس کے صحیفہ اعمال میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ سب نیکیاں بھی لکھی جاتی ہیں جن کے کرنے سے وہ اعتکاف کی وجہ سے مجبور ہو جاتا ہے، اور وہ ان کا عادی تھا۔

کیا نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

اُس دن کیا ہو گا؟

(رحمت اللہ شاہ توحیدی)

اس دن کائنات میں ایک عظیم حادثہ ہوگا۔ایسے ایسے واقعات ہوں گے کہ انسان ششدر رہ جائے گا۔قیامت کا زلزلہ اتنا شدید ہوگا کہ زمین ٹوٹ پھوٹ کر ہموار میدان بن جائے گی۔پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح فضا میں اُڑیں گے۔سمندر اُبل پڑیں گے اور آسمان پھٹ جائے گا۔ موجودہ حیاتِ ارضی کا خاتمہ ہو جائے گا اور آخرت کی نا ختم ہونے والی زندگی کا آغاز ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کی عدالت لگے گی اور ہر انسان کو اس کے تمام اعمال کی جزا و سزا ملے گی۔اس دن کو **یومُ الدین** کہا جاتا ہے اور سورۃ الانفطار میں فرمان ہوا کہ۔

(ما ادرك ما يوم الدين٥ ثم ما ادرك ما يوم الدين۔
يومئِذ لا تملك نفس لنفس شياه والامر يومئذ لله٥)

کیا آپ کو معلوم ہے کہ یوم الدین کیا ہے،دوبارہ پوچھتا ہوں کہ یوم الدین کیا ہے۔ وہ دن جب کسی انسان کو دوسرے انسان کی مدد کا چارہ نہ ہوگا۔اس دن قدرت اور حکومت صرف اللہ کے ہاتھ میں ہوگی۔

یوم قیامت اور میدانِ حشر میں پیش آنے والے واقعات واحوال کا جو ذکر قرآن کریم میں آیا ہے انہیں سید رحمت اللہ شاہ توحیدی نے یکجا کر کے قارئین کیلئے عبرت کا سامان فراہم کیا ہے۔ (ادارہ)

’’اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے،وہ تم سب کو اِس قیامت کے دن جمع کرے گا۔ جس کے آنے میں کوئی شبہ نہیں اور اللہ کی بات سے بڑھ کر سچی بات اور کسی کی ہو سکتی ہے‘‘۔

(سورۃ النساء 87:4)

’’جس روز وہ تمہیں پکارے گا تم اِس کی حمد کرتے ہوئے اس کی پکار کے جواب میں نکل آؤ

گے اور تمہارا گمان اس وقت یہ ہوگا کہ ہم بس تھوڑی دیر ہی اس حالت میں پڑے رہے ہیں"۔
(سورۃ بنی اسرائیل 52:17)

"انتظار کرو اس دن کا کہ لائے آسمان دھواں صریح۔ جو گھیر لیوے لوگوں کو یہ ہے عذاب"
(الدخان 44:11-10)

"اور جو میرے "ذکر" سے منہ موڑے گا اس کیلئے دنیا میں تنگ زندگی ہوگی اور قیامت کے روز ہم اِسے اندھا اُٹھائیں گے۔ (طٰہٰ 124:20)

"اگر تم ماننے سے انکار کرو گے تو اس دن کی سختی سے کیسے بچ جاؤ گے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا"۔ (سورۃ المزمل 17:73)

"تو کیا وہ اِس وقت کو نہیں جانتا جب قبروں میں جو کچھ ہے اسے نکال لیا جائے گا اور سینوں میں جو کچھ ہے اِسے برآمد کر کے اِس کی جانچ پڑتال کی جائے گی۔ یقیناً ان کا رب اس روز ان سے خوب باخبر ہوگا"۔ (سورۃ العدیت 100-11-9)

"کیا تمہیں اِس چھا جانے والی آفت کی خبر پہنچی ہے؟ کچھ چہرے اس روز خوفزدہ ہوں گے۔ سخت مشقت کر رہے ہوں گے۔ تھکے جاتے ہوں گے۔ شدید آگ میں جھلس رہے ہوں گے۔ کھولتے ہوئے چشمے کا پانی انہیں پینے کو دیا جائے گا۔ خاردار سوکھی گھاس کے سوا کوئی کھانا اِن کیلئے نہ ہوگا جو نہ موٹا کرے گا نہ بھوک مٹائے گا۔ کچھ چہرے اِس روز بارونق ہوں گے۔ اپنی کارگزاری پر خوش ہوں گے۔ عالی مقام جنت میں ہوں گے۔ کوئی بیہودہ بات وہ وہاں نہیں سنیں گے۔ اِس میں چشمے رواں ہوں گے۔ اِس کے اندر اونچی مسندیں ہوں گی۔ ساغر رکھے ہوئے ہوں گے۔ گاؤ تکیوں کی قطاریں لگی ہوں گی اور نفیس فرش بچھے ہوں گے"

(سورۃ الغاشیہ 88:16-1)

"اِس روز بادشاہی اللہ کی ہوگی اور وہ اِن کے درمیان فیصلہ کر دے گا جو ایمان رکھنے والے اور عمل صالح کرنے والے ہوں گے وہ نعمت بھری جنتوں میں جائیں گے اور جنہوں نے کفر کیا ہو گا اور ہماری آیات کو جھٹلایا ہوگا ان کے لئے رسوا کن عذاب ہوگا"۔ (سورۃ الحج 22:57-56)

"پھر خیال کرو اِس دن کا جبکہ ہم ہر انسانی گروہ کو اِس کے پیشوا کے ساتھ بلائیں گے۔ اِس

وقت جن لوگوں کو ان کا نامہ اعمال سیدھے ہاتھ میں دیا گیا وہ اپنا کارنامہ پڑھیں گے اور ان پر ذرا برابر ظلم نہ ہوگا۔ اور جو اِس دنیا میں اندھا بن کر رہا وہ آخرت میں بھی اندھا ہی رہے گا۔ بلکہ راستہ پانے میں اندھے سے بھی زیادہ ناکام"۔ (سورۃ بنی اسرائیل 17:72-71)

"وہ دن آنے والا ہے جب متقی لوگوں کو ہم مہمانوں کی طرح رحمٰن کے حضور پیش کریں گے۔ اور مجرموں کو پیاسے جانوروں کی طرح جہنم کی طرف ہانک لے جائیں گے"۔

(سورۃ مریم 19:86-85)

"اِس دن نہ مال کوئی فائدہ دے گا نہ اولاد، بجز اس کے کہ کوئی شخص قلب سلیم لیے ہوئے اللہ کے حضور حاضر ہو"۔ (سورۃ الشعراء 26:89-88)

"پوچھتا ہے۔ "آخر کب آنا ہے وہ قیامت کا دن"۔

پھر جب آنکھیں پتھرا جائیں گی۔ اور چاند بے نور ہو جائے گا۔ اور چاند سورج ملا کر ایک کر دیئے جائیں گے۔ اِس وقت یہی انسان کہے گا۔ "کہاں بھاگ کر جاؤں؟" ہرگز نہیں وہاں کوئی جائے پناہ نہ ہوگی۔ اِس روز تیرے رب ہی کے سامنے جا کر ٹھہرنا ہوگا۔ اِس روز انسان کو اِس کا سب اگلا پچھلا کیا کرایا بتا دیا جائے گا"۔ (سورۃ القیمہ 75:13-6)

"اور قیامت کے دن ہم ایک نوشتہ اِس کیلئے نکالیں گے جسے وہ کھلی کتاب کی طرح پائے گا۔ پڑھ اپنا نامہ اعمال۔ آج اپنا حساب لگانے کیلئے تو خود ہی کافی ہے"۔

(سورۃ بنی اسرائیل 17:14-13)

"تم دوزخ دیکھ کر رہو گے۔ پھر تم بالکل یقین کے ساتھ اِسے دیکھ لو گے پھر ضرور اِس روز تم سے اِن نعمتوں کے بارے میں جواب طلبی کی جائے گی"۔ (سورۃ التکاثر 102:8-6)

"تباہی ہے ڈنڈی مارنے والوں کیلئے جن کا حال یہ ہے کہ جب لوگوں سے لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو گھاٹا دیتے ہیں۔ کیا یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ ایک بڑے دن یہ اُٹھا کر لائے جانے والے ہیں۔ اِس دن جب کہ سب رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے"۔

"ہرگز نہیں۔ یقیناً بدکاروں کا نامہ اعمال قید خانے کے دفتر میں ہے اور تمہیں کیا معلوم کہ کیا

ہے وہ قید خانے کا دفتر؟ وہ ایک کتاب ہے لکھی ہوئی، تباہی ہے اِس روز جھٹلانے والوں کیلئے۔ اور اِسے نہیں جھٹلاتا مگر ہر وہ شخص جو حد سے گزر جانے والا بدعمل ہے۔ اِسے جب ہماری آیات سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے۔ ''یہ تو اگلے وقتوں کی کہانیاں ہیں''۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ دراصل ان لوگوں کے دلوں پر ان کے برے اعمال کا زنگ چڑھ گیا ہے۔ ہرگز نہیں۔ بالیقین اِس روز یہ اپنے رب کی دید سے محروم رکھے جائیں گے۔ پھر یہ جہنم میں جا پڑیں گے۔ پھر ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہی چیز ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔

ہرگز نہیں۔ بے شک نیک آدمیوں کا نامہ اعمال بلند پایہ لوگوں کے دفتر میں ہے اور تمہیں کیا خبر کہ کیا ہے وہ بلند پایہ لوگوں کا دفتر؟ ایک لکھی ہوئی کتاب جس کی نگہداشت مقرب فرشتے کرتے ہیں۔ بے شک نیک لوگ بڑے مزے میں ہوں گے۔ اونچی مسندوں پر بیٹھے نظارے کر رہے ہوں گے۔ اِن کے چہروں پر تم خوشحالی کی رونق محسوس کرو گے۔ ان کو نفیس ترین سربند شراب پلائی جائے گی۔ جس پر مشک کی مہر لگی ہوگی۔

جو لوگ دوسروں پر بازی لے جانا چاہتے ہوں وہ اس چیز کو حاصل کرنے میں بازی لے جانے کی کوشش کریں۔ اِس شراب میں تسنیم کی آمیزش ہوگی۔ یہ ایک چشمہ ہے جس کے پانی کو مقرب لوگ پئیں گے۔

مجرم لوگ دنیا میں ایمان والوں کا مذاق اُڑاتے تھے۔ جب ان کے پاس سے گزرتے تو آنکھیں مار مار کر ان کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ اپنے گھر والوں کی طرف پلٹتے تو مزے لیتے ہوئے پلٹتے تھے اور جب انہیں دیکھتے تو کہتے تھے۔ یہ بہکے ہوئے لوگ ہیں۔ حالانکہ وہ ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔ آج ایمان لانے والے کفار پر ہنس رہے ہیں۔ مسندوں پر بیٹھے ہوئے اِن کا حال دیکھ رہے ہیں۔ مل گیا نا کافروں کو ان کی حرکتوں کا ثواب جو وہ کیا کرتے تھے؟

(سورۃ المطففین-83)

''اِس دن جب صور پھونکا جائے گا اور ہم مجرموں کو اِس حال میں گھیر لائیں گے کہ ان کی آنکھیں پتھرائی ہوئی ہوں گی''۔ (سورۃ طٰہٰ-102:20)

''اِس روز سب لوگ منادی کی پکار پر سیدھے چلے آئیں گے، کوئی ذرا اکڑ نہ دکھا سکے گا اور

آوازیں رحمان کے آگے دب جائیں گی، ایک سرسراہٹ کے سوا تم کچھ نہ سنو گے"۔

(سورۃ طہٰ 20:108)

"اِس روز شفاعت کارگر نہ ہوگی۔ اِلا یہ کہ کسی کو رحمان اس کی اجازت دے اور اس کی بات سننا پسند کرے"۔ (سورۃ طہٰ 20:109)

"جس کو اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے وہ گمراہی میں ڈال دے تو اس کے سوا ایسے لوگوں کیلئے تو کوئی حامی و ناصر نہیں پا سکتا۔ اِن لوگوں کو ہم قیامت کے روز اوندھے منہ کھینچ لائیں گے۔ اندھے، گونگے اور بہرے اِن کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ جب کبھی اس کی آگ دھیمی ہونے لگے گی ہم اِسے اور بھڑکا دیں گے"۔ (سورۃ بنی اسرائیل 17:97)

"اور وعدہ برحق کے پورا ہونے کا وقت قریب آ لگے گا تو یکا یک ان لوگوں کے دیدے پھٹے کے پھٹے رہ جائیں گے۔ جنہوں نے کفر کیا تھا کہیں گے "ہائے ہماری کمبختی" ہم اِس چیز کی طرف سے غفلت میں پڑے ہوئے تھے بلکہ ہم خطا کار تھے"۔ بیشک تم اور تمہارے وہ معبود جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پوجتے ہو، جہنم کا ایندھن ہیں۔ وہیں تم کو جانا ہے اگر یہ واقعی خدا ہوتے تو وہاں نہ جاتے۔ اب سب کو ہمیشہ اِسی میں رہنا ہے۔ وہاں وہ پھنکارے ماریں گے اور حال یہ ہوگا کہ اِس میں کان پڑی آواز نہ سنائی دے گی۔ رہے وہ لوگ جن کیلئے ہماری طرف سے بھلائی کا پہلے ہی فیصلہ ہو چکا ہوگا، تو وہ یقیناً اِس سے دور رکھے جائیں گے۔ اِس کی سرسراہٹ تک نہ سنیں گے۔ اور وہ ہمیشہ ہمیشہ اپنی من بھاتی چیزوں کے درمیان رہیں گے۔ وہ انتہائی گھبراہٹ کا وقت ان کو ذرا پریشان نہ کرے گا اور ملائکہ بڑھ کر ان کو ہاتھوں ہاتھ لیں گے کہ "یہ تمہارا وہی دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا"۔ (سورۃ انبیاء 21:97-103)

"پھر جب ایک مرتبہ صور میں پھونک ماری جائے گی اور زمین اور پہاڑوں کو اُٹھا کر ایک ہی چوٹ میں ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا۔ اِس روز وہ ہونے والا واقعہ پیش آ جائے گا۔ اِس دن آسمان پھٹے گا اور اِس کی بندش ڈھیلی پڑ جائے گی، فرشتے اِس کی اطراف و جوانب میں ہوں گے اور آٹھ فرشتے اِس روز تیرے رب کا عرش اپنے اوپر اُٹھائے ہوئے ہوں گے۔ وہ دن ہوگا جب تم لوگ پیش کیے جاؤ گے۔ تمہارا کوئی راز بھی چھپا نہ رہ جائے گا۔ اِس وقت جس کا نامہ اعمال اِس کے

میں سمجھتا تھا کہ مجھے ضرور اپنا حساب ملنے والا ہے۔ پس وہ دل پسند عیش میں ہوگا۔ عالی مقام جنت میں جس کے پھلوں کے گچھے جھکے پڑ رہے ہوں گے۔ مزے سے کھاؤ اور پیو اپنے اِن اعمال کے بدلے جو تم نے گزرے ہوئے دنوں میں کیے ہیں۔ اور جس کا نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا ''کاش میرا اعمال نامہ مجھے نہ دیا گیا ہوتا اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے۔ کاش میری وہی موت فیصلہ کن ہوتی۔ آج میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا۔ میرا سارا اقتدار ختم ہو گیا۔ پکڑو اسے اور اس کی گردن میں طوق ڈال دو، پھر اسے جہنم میں جھونک دو، پھر اس کو ستر ہاتھ لمبی زنجیر میں جھونک دو۔ یہ نہ اللہ بزرگ و برتر پر ایمان لاتا تھا اور نہ مسکین کو کھانا کھلاتا تھا۔ لہٰذا آج یہاں اس کا نہ کوئی دوست ہے اور نہ زخموں کے دھون کے سوا اس کیلئے کوئی کھانا، جسے خطا کاروں کے سوا کوئی نہیں کھاتا''۔ (سورۃ الحاقہ 69:37-13)

''عظیم حادثہ۔ کیا ہے وہ عظیم حادثہ؟ تم کیا جانو کہ وہ عظیم حادثہ کیا ہے؟ وہ دن جب لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح اور پہاڑ رنگ برنگ کے دھنکے ہوئے اون کی طرح ہوں گے۔ پھر جس کے پلڑے بھاری ہوں گے وہ من پسند عیش میں ہوگا اور جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے۔ اس کی جائے قرار گہری کھائی ہوگی اور تمہیں کیا خبر کہ وہ کیا چیز ہے؟ بھڑکتی ہوئی آگ''۔

(سورۃ القارعہ : 101)

''بے شک فیصلے کا وہ ایک مقرر وقت ہے۔ جس روز صور میں پھونک ماردی جائے گی۔ تم فوج در فوج نکل آؤ گے۔ اور آسمان کھول دیا جائے گا۔ حتیٰ کہ وہ دروازے ہی دروازے بن کر رہ جائے گا اور پہاڑ چلائے جائیں گے۔ یہاں تک کہ وہ سراب ہو جائیں گے''۔

(سورۃ النباء 78:20-17)

''اِس روز وہ (زمین) اپنے حالات بیان کرے گی کیونکہ تیرے رب نے اِسے حکم دیا ہوگا۔ اِس روز لوگ متفرق حالت میں پلٹیں گے تاکہ انکے اعمال ان کو دکھائے جائیں۔ پھر جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بدی کی ہوگی وہ اِس کو دیکھ لے گا''۔

(سورۃ الزلزال 99:8-6)

''ہر گز نہیں۔ جب زمین پے در پے کوٹ کوٹ کر ریگ زار بنا دی جائے گی اور تمہارا رب جلوہ فرما ہوگا۔ اِس حال میں کہ فرشتے صف در صف کھڑے ہوں گے اور جہنم اِس روز سامنے لائی جائے گی۔ اِس دن انسان کو سمجھ آئے گی۔ اور اِس وقت اِس کے سمجھنے کا کیا حاصل؟ وہ کہے گا کہ کاش میں نے اپنی اِس زندگی کیلئے پیشگی سامان کیا ہوتا۔ اور اللہ جیسا باندھے گا ویسا باندھنے والا کوئی نہیں۔ اے نفس مطمئن چل اپنے رب کی طرف اِس حال میں کہ تو خوش، پسندیدہ ہے۔ شامل ہو جا میرے بندوں میں اور داخل ہو جا میری جنت میں''۔ (سورۃ الفجر 89:30-21)

''جس دن روح اور ملائکہ صف بستہ کھڑے ہوں گے۔ کوئی نہ بولے گا سوائے اس کے جسے رحمان اجازت دے اور جو ٹھیک بات کہے۔ وہ دن برحق ہے۔ اب جس کا جی چاہے اپنے رب کی طرف پلٹنے کا راستہ اختیار کرے''۔ (سورۃ النباء 78:39-38)

''جب سورج لپیٹ دیا جائے گا اور جب تارے بکھر جائیں گے اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے اور جب دس مہینے کی حاملہ اونٹنیاں اپنے حال پر چھوڑ دی جائیں گی۔ اور جب جنگلی جانور سمیٹ کر اکٹھے کر دیئے جائیں گے۔ اور جب سمندر بھڑکا دیئے جائیں گے اور جب جانیں جوڑ دی جائیں گی۔ اور جب اعمال نامے کھولے جائیں گے اور جب آسمان کا پردہ ہٹا دیا جائے گا، اور جب جہنم دہکائی جائے گی اور جب جنت قریب لے آئی جائے گی۔ اِس وقت ہر شخص کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیا لے کر آیا ہے''۔ (سورۃ التکوثر 81:14-1)

''جب آسمان پھٹ جائے گا۔ اور جب تارے بکھر جائیں گے اور جب سمندر پھاڑ دیئے جائیں گے اور جب قبریں کھول دی جائیں گی۔ اِس وقت ہر شخص کو اِس کا اگلا پچھلا سب کیا دھرا معلوم ہو جائے گا۔ اے انسان کس چیز نے تجھے اپنے اِس رب کریم کی طرف سے دھوکے میں ڈال دیا۔ جس نے تجھے پیدا کیا۔ تجھے نک سک سے درست کیا۔ تجھے متناسب بنایا اور جس صورت میں چاہا تجھ کو جوڑ کر تیار کیا۔ ہر گز نہیں بلکہ تم لوگ جزا و سزا کو جھٹلاتے ہو۔ حالانکہ تم پر نگران مقرر ہیں۔ ایسے معزز کاتب جو تمہارے ہر فعل کو جانتے ہیں۔ یقیناً نیک لوگ مزے میں ہوں گے اور بے شک بدکار لوگ جہنم میں جائیں گے۔ جزا کے دن وہ اِس میں داخل ہوں گے اور اِس سے ہر گز غائب نہ ہو سکیں گے اور تم کیا جانتے ہو کہ وہ جزا کا دن کیا ہے؟ ہاں تمہیں کیا خبر کہ وہ

جزا کا دن کیا ہے؟ یہ وہ دن ہے جب کسی شخص کیلئے کچھ کرنا کسی کے بس میں نہ ہوگا۔ فیصلہ اِس دن بالکل اللہ کے اختیار میں ہوگا''۔ (سورۃ انفطار 82)

''قسم ہے اِن ہواؤں کی جو پے در پے بھیجی جاتی ہیں۔ پھر طوفانی رفتار سے چلتی ہیں اور (بادلوں کو) اٹھا کر پھیلاتی ہیں۔ پھر (اِن کو) پھاڑ کر جدا کرتی ہیں۔ پھر (دلوں میں خدا کی) یاد ڈالتی ہیں۔ عذر کے طور پر یا ڈراوے کے طور پر۔ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے وہ ضرور واقع ہونے والی ہے۔ پھر جب ستارے ماند پڑ جائیں گے اور آسمان پھاڑ دیا جائے گا۔ اور پہاڑ دھنک ڈالے جائیں گے۔ اور رسولوں کی حاضری کا وقت آ پہنچے گا۔ کس روز کیلئے یہ کام اُٹھا رکھا گیا ہے؟ فیصلے کے روز کیلئے اور تمہیں کیا خبر کہ یہ فیصلے کا دن کیا ہے؟ پھر اِنہی کے پیچھے ہم بعد والوں کو چلتا کریں گے۔ مجرموں کے ساتھ ہم یہی حال کیا کرتے ہیں۔ تباہی ہے اِس دن جھٹلانے والوں کیلئے۔ کیا ہم نے ایک حقیر پانی سے تمہیں پیدا نہیں کیا؟ اور ایک مقررہ مدت تک اِسے ایک محفوظ جگہ ٹھہرائے رکھا؟ تو دیکھو ہم اِس پر قادر تھے۔ پس ہم بہت اچھی قدرت رکھنے والے ہیں۔ تباہی ہے اِس روز جھٹلانے والوں کیلئے۔ کیا ہم نے زمین کو سمیٹ کر رکھنے والی نہیں بنایا۔ زندوں کیلئے بھی اور مردوں کیلئے بھی اور اِس میں بلند و بالا پہاڑ جمائے اور تمہیں میٹھا پانی پلایا۔ تباہی ہے اِس روز جھٹلانے والوں کے لئے۔

چلو اب اِسی چیز کی طرف جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔ چلو اِس سائے کی طرف جو تین شاخوں والا ہے۔ نہ ٹھنڈک پہنچانے والا ہے اور نہ آگ کی لپیٹ سے بچانے والا۔ وہ آگ محل جیسی بڑی بڑی چنگاریاں پھینکے گی گویا کہ وہ زرد اونٹ ہیں۔ تباہی ہے اِس روز جھٹلانے والوں کیلئے۔

متقی لوگ آج سایوں اور چشموں میں ہیں اور جو پھل وہ چاہیں، کھاؤ اور پیو مزے سے اپنے ان اعمال کے صلے میں جو تم کرتے رہے ہو۔ ہم نیک لوگوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔ تباہی ہے اِس روز جھٹلانے والوں کے لئے۔

کھالو اور مزے کر لو تھوڑے دن۔ حقیقت میں تم لوگ مجرم ہو۔ تباہی ہے اِس روز جھٹلانے والوں کیلئے جب اِن سے کہا جاتا ہے کہ جھکو تو نہیں جھکتے۔ تباہی ہے اِس روز جھٹلانے والوں کیلئے۔ اب اِس کے بعد اور کون سا کلام ایسا ہوسکتا ہے جس پر یہ ایمان لائیں''۔ (سورۃ المرسلات 77)

''جب صور میں پھونک ماری جائے گی، وہ دن بڑا ہی سخت دن ہوگا۔ کافروں کے لئے ہلکا نہ ہوگا''۔ (سورۃ المدثر 8-10:74)

''جب دن اللہ سب کو اُٹھائے گا اور جتلائے گا جو اُنہوں نے کیا۔ اللہ نے گن رکھا ہے اور وہ بھول گئے''۔ (سورۃ المجادلہ 6:58)

''جس دن اللہ سب کو اُٹھائے گا وہ اس کے سامنے قسمیں اُٹھائیں گے''۔

(سورۃ المجادلہ 18:58)

''جس روز آسمان پگھلی ہوئی چاندی کی طرح ہو جائے گا اور پہاڑ رنگ برنگ کے دھنکے ہوئے اون جیسے ہو جائیں گے اور کوئی جگری دوست اپنے جگری دوست کو نہ پوچھے گا حالانکہ وہ ایک دوسرے کو دکھائے جائیں گے۔ مجرم چاہے گا کہ اس دن کے عذاب سے بچنے کیلئے اپنی اولاد کو، اپنی بیوی کو، اپنے بھائی کو، اپنے قریب ترین خاندان کو جو اِسے پناہ دینے والا تھا اور روئے زمین کے سب لوگوں کو فدیہ میں دے دے اور یہ تدبیر اِسے نجات دلا دے۔ ہرگز نہیں۔ وہ تو بھڑکتی ہوئی آگ کی لپیٹ میں ہوگی جو گوشت پوست کو چاٹ جائے گی۔ پکار پکار کر اپنی طرف بلائے گی ہر اس شخص کو جس نے حق سے منہ موڑا اور پیٹھ پھیری اور مال جمع کیا اور سمیٹ سمیٹ کر رکھا''۔ (سورۃ المعارج 8-18:70)

''اِس روز جب صور پھونکا جائے گا تو کوئی رشتہ داریاں اِن کے درمیان باقی نہ رہیں گی اور نہ وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے''۔ (سورۃ المومنون 101:23)

''وہ دن جب کہ آسمان کو ہم یوں لپیٹ کر رکھ دیں گے۔ جیسے طومار میں اوراق لپیٹ دیئے جاتے ہیں۔ جس طرح پہلے ہم نے تخلیق کی ابتداء کی تھی اِسی طرح ہم پھر اس کا اعادہ کریں گے۔ یہ ایک وعدہ ہے ہمارے ذمے اور یہ کام ہمیں بہر حال کرنا ہے''۔ (سورۃ الانبیاء 104:21)

''اِس دن پھٹ جائے گا آسمان اور اُتارے جائیں گے فرشتے''۔

(سورۃ الفرقان 25:25)

''اِس دن وہ ہونے والا واقعہ پیش آ جائے گا۔ اِس دن آسمان پھٹے گا اور اس کی بندش ڈھیلی پڑ جائے گی، فرشتے اِس کے اطراف و جوانب میں ہوں گے اور آٹھ فرشتے اِس روز تیرے رب کا

عرش اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ اس دن جب تم لوگ پیش کیے جاؤ گے، تمہارا کوئی راز بھی چھپا نہ رہ جائے گا''۔ (سورۃ الحاقہ 69 : 18-15)

''اس دن کوئی دوست نہ ہوگا''۔ (سورۃ الحاقہ 69 : 35)

''اس دن وہ سب لوگ جمع ہوں گے اور پھر اس دن جو کچھ بھی ہوگا سب کی آنکھوں کے سامنے ہوگا'' (سورۃ ھود 11 : 103)

''جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے تو مجرموں کیلئے خوشی کی بات نہ ہوگی۔ چیخ اٹھیں گے کہ پناہ بخدا''۔ (سورۃ الفرقان 25 : 22)

''اس دن آدمی بھاگے گا بھائی سے اور ماں سے اور باپ سے اور بیوی سے اور بیٹوں سے۔ اس دن اس میں سے ہر شخص پر ایسا وقت آن پڑے گا کہ اسے اپنے سوا کسی کا ہوش نہ ہوگا۔ اس روز کچھ چہرے دمک رہے ہوں۔ ہشاش بشاش اور خوش و خرم ہوں گے۔ اور اس دن کچھ چہروں پر خاک اُڑ رہی ہوگی اور کلونس چھائی ہوگی۔ یہی کافر و فاجر لوگ ہوں گے''۔

(سورۃ عبس 80:42-34)

''اور اس روز وزن حق کا ہوگا۔ جس کے پلڑے بھاری ہوں گے وہی فلاح پانے والے ہوں گے اور جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے وہی اپنے آپ کو خسارے میں مبتلا کرنے والے ہوں گے۔ کیونکہ وہ ہماری آیات کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کرتے رہے تھے''۔

(سورۃ اعراف 7:9-8)

''اس دن پنڈلی سے پردہ ہٹایا جائے گا۔ لوگوں کو سجدہ کرنے کیلئے بلایا جائے گا تو یہ لوگ سجدہ نہ کر سکیں گے''۔ (سورۃ القلم 68 : 42)

''بالیقین اس روز یہ اپنے رب کی دید سے محروم رکھے جائیں گے''۔

(سورۃ المطففین 83 : 15)

''اس روز کچھ چہرے تر و تازہ ہوں گے۔ اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے اور کچھ چہرے اُداس ہوں گے اور سمجھ رہے ہوں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ برتاؤ ہونے والا ہے''۔

(سورۃ القیٰمہ 75:25-22)

''اِس دن ظالم اپنے ہاتھ کاٹے گا کہ کاش اختیار کیا ہوتا رسولؐ کے ساتھ نجات کا راستہ۔ ہائے میری کمبختی، کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا''۔ (سورۃ الفرقان 25:28-27)

''اس دن ہر انسان اپنے امام کے پیچھے بلایا جائے گا''۔ (سورۃ بنی اسرائیل 17:71)

''اِس دن کوئی بات نہ کر سکے گا۔ الا یہ کہ خدا کی اجازت سے کچھ عرض کرے پھر کچھ لوگ اِس دن بد بخت ہوں گے اور کچھ نیک بخت''۔ (سورۃ ھود 11:105)

''وہ دن جب آئے گا تو متقین کو چھوڑ کر باقی سب دوست ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے''۔ (سورۃ الزخرف 43:67)

''جس دن تم کو اکٹھا کیا جائے گا۔ جمع ہونے کے دن۔ یہ دن ہوگا ایک دوسرے کے مقابلے میں لوگوں کی ہار جیت کا۔ جو اللہ پر ایمان لایا ہے اور نیک عمل کرتا ہے۔ اللہ اِس کے گناہ جھاڑ دے گا اور اسے ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ یہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ اِن میں رہیں گے۔ یہی بڑی کامیابی ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا وہ دوزخ کے باشندے ہوں گے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور وہ بدترین ٹھکانہ ہے''۔

(سورۃ التغابن 64:10-9)

''اس دن اہل جنت کا ٹھکانہ بہت اچھا ہوگا اور دوپہر گزارنے کی جگہ آرام دہ ہوگی''۔

(سورۃ الفرقان 25:24)

''اِس دن جبکہ تم مومن مردوں اور عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کا نور ان کے آگے آگے اور ان کے دائیں جانب دوڑ رہا ہوگا۔ (ان سے کہا جائے گا) آج بشارت ہے تمہارے لئے۔ جنتیں ہوں گی جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہی ہے بڑی کامیابی۔

اِس دن منافق مردوں اور عورتوں کا حال یہ ہوگا کہ وہ مومنوں سے کہیں گے'' ذرا ہماری طرف دیکھو تا کہ ہم تمہارے نور سے کچھ فائدہ اُٹھائیں''۔ مگر اِن سے کہا جائے گا'' پیچھے ہٹ جاؤ'' اپنا نور کہیں اور تلاش کرو۔ پھر ان کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی۔ جس میں ایک دروازہ ہوگا۔ اِس دروازے کے اندر رحمت ہوگی اور باہر عذاب''۔

(سورۃ الحدید 57:13-12)

''جس روز انسان اپنا سب کیا دھرا یاد کرے گا اور ہر دیکھنے والے کے سامنے دوزخ کھول کر رکھ دی جائے گی۔ تو جس نے سرکشی کی تھی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی تھی دوزخ ہی اس کا ٹھکانہ ہوگی اور جس نے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف کیا تھا اور نفس کو بری خواہشات سے باز رکھا تھا جنت اِس کا ٹھکانہ ہوگی''۔ (سورۃ النزعات 79:41-35)

''کاش تم دیکھو وہ وقت جب یہ مجرم سر جھکائے اپنے رب کے حضور کھڑے ہوں گے۔ (اِس وقت یہ کہہ رہے ہوں گے) ''اے ہمارے رب، ہم نے خوب دیکھ لیا اور سن لیا، اب ہمیں واپس بھیج دے تاکہ ہم نیک عمل کریں۔ ہمیں اب یقین آ گیا ہے، (جواب میں ارشاد ہوگا) اگر ہم چاہتے تو پہلے ہی ہر نفس کو اس کی ہدایت دے دیتے۔ مگر میری وہ بات پوری ہوگئی جو میں نے کہی تھی کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سے بھر دوں گا۔ پس اب مزہ چکھو اپنی اِس حرکت کا کہ تم نے اِس دن کی ملاقات کو بھلا دیا۔ ہم نے بھی اب تمہیں بھلا دیا۔ چکھو ہمیشگی کے عذاب کا مزہ اپنے کرتوتوں کی پاداش میں''۔ (سورۃ السجدہ 32:13-12)

''اِس دن فدیہ نہ لیا جائے گا، کافروں کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا''۔

(سورۃ الحدید 57 : 15)

''اے کافرو آج معذرتیں پیش نہ کرو، تمہیں تو ویسا ہی بدلہ دیا جا رہا ہے جیسے تم عمل کر رہے تھے''۔ (سورۃ التحریم 66: 7)

''اِس روز اِن لوگوں سے جو ہماری آیات پر ایمان لائے تھے اور مطیع فرمان بن کر رہے تھے کہا جائے گا کہ ''اے میرے بندو'' آج تمہارے لئے کوئی خوف نہیں اور نہ تمہیں کوئی غم لاحق ہو گا۔ داخل ہو جاؤ جنت میں تم اور تمہاری بیویاں۔ تمہیں خوش کر دیا جائے گا''۔

(سورۃ الزخرف 43:70-68)

''یہ وہ دن ہوگا جب اللہ اپنے نبی کو اور اِن لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں رسوا نہ کرے گا۔ اِن کا نور ان کے آگے آگے اور ان کے دائیں جانب دوڑ رہا ہوگا اور وہ کہہ رہے ہوں گے کہ اے ہمارے رب، ہمارا نور ہمارے لئے مکمل کر دے اور ہم سے درگزر فرما، تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے''۔ (سورۃ التحریم 66: 8)

رمضان، قرآن اور پاکستان

(صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی)

نیکیوں کے موسم بہار رمضان المبارک کا تعلق بیک وقت جملہ بنی نوع انسان، مسلمان اور اہل پاکستان کے ساتھ ہے۔اس ماہ میں متعدد ایسے واقعات رونما ہوئے جنھوں نے انسانی نظریے اور سوچ کو نئی جہت، اسلامی تاریخ کو مثبت موڑ اور اہل پاکستان کو ایک نعمت خداداد سے ہمکنار کیا۔رمضان ایک ایسا مہینہ تو ہے ہی جس کا پہلا عشرہ رحمت، دوسرا مغفرت اور تیسرا نجات سے عبارت ہے۔جس میں مومن کے رزق کو فراخ کر دیا جاتا ہے۔جس میں نیکیوں کے اجر کو سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے۔جس کی سحری میں برکت اور افطاری میں لذت ہے جسے زبان نبوت نے ''شہر المواساۃ'' یعنی ہمدردی کا مہینہ قرار دیا ہے۔جس کی سب سے اہم عبادت ''روزہ'' کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے خاص فرمایا ہے اس کے روز وشب کو صیام اور قیام سے منسلک کر کے بھرپور تربیتی نصاب میں بدل دیا گیا ہے اور جس میں نفل کا درجہ بڑھا کر فرض اور ایک فرض کو ستر فرائض کے ہم پلہ کر دیا گیا ہے۔یہ فضائل وبرکات خود اپنی جگہ قابل قدر اور لائق توجہ ہیں لیکن اس ماہ کو کچھ اور تاریخی تبدیلیوں کے سبب خاص امتیاز اور شرف حاصل ہے۔

اس ماہ مبارک کی سترہ تاریخ کو پہلا معرکہ حق وباطل برپا ہوا جبکہ حضور اکرم ﷺ کو ہجرت کئے اور مدینہ منورہ میں آئے ہوئے دو سال بھی نہیں ہوئے تھے 2ھ 17 رمضان المبارک کو میدان بدر میں کفر اور اسلام آمنے سامنے ہوئے اور اس دن کو قرآن حکیم نے ''یوم الفرقان'' کا نام دیا ہے یعنی ''فیصلے کا دن'' 17 رمضان کو تین باتوں کا فیصلہ آ گیا۔

اولاً۔۔۔۔اسلام میں تشکیل امت خون، برادری، نسل، رنگ، وطن اور زبان کے ذریعے نہیں بلکہ نظریاتی وحدت اور اعتقادی ہم آہنگی کی بنیاد پر ہوتی ہے۔غزوہ بدر میں ایک ہی خطے جزیرۃ العرب کے لوگ آمنے سامنے تھے قریش دوبدو تھے، عربی زبان بولنے والے مدمقابل تھے، عرب خون مچل رہا تھا اور بیٹے کے مقابلے میں باپ اور بھائی کے مقابلے میں بھائی صف آرا تھا۔لسانی، وطنی، نسلی اور خاندانی اشتراک کے باوجود ان کے نظریئے میں اختلاف تھا اس لئے

ایک گروہ جاہلی نخوت کا علمبردار تھا اور دوسرا نظریاتی لذت سے سرشار تھا۔ ثالثاً ۔۔۔۔ اس غزوہ سے دنیا کو یہ اندازہ بھی ہو گیا کہ اسلام اپنی ذات، اپنی نفسیات اور اپنی تعلیمات کے اعتبار سے ایک جامد، منفعل، مرعوب، مغلوب اور کتابی دین نہیں بلکہ وہ متحرک، غالب اور جہادی دین ہے۔ وہ ایک الگ سیاسی اور ریاستی تشخص چاہتا ہے وہ اپنے لئے سرزمین طلب کرتا اور خدا کے مطلوب اور نمائندہ دین کے طور پر کفر اور شر پر غالب آنے کا منشور اور داعیہ رکھتا ہے۔

8ھ ماہ رمضان کی اس تاریخ کو ''فتح مکہ'' کا عظیم الشان تاریخی واقعہ رونما ہوا جس نے کفر پر اسلام کی بالادستی کو واضح اور ثابت کر دیا اور اس کے بعد اسلام اپنے عالمگیر مشن کا آغاز کرتا ہے اور پھر صدیوں تک اسلام کی راہ میں کوئی روڑا نہ رہا اور ایک دنیا سرنگوں ہو گئی۔

یہ ایک دو مثالیں خصوصاً اہل اسلام کیلئے ہیں کہ رمضان المبارک کے مہینے سے ان کی کیا تاریخی یادیں وابستہ ہیں۔

عالم انسانی کیلئے بھی یہ مہینہ ایک محسن مہینہ ہے اسی رمضان کی ستائیسویں شب کو نزول قرآن ہوا، قرآن اترا تو قلب نبوت پر لیکن اس سے پوری دنیائے انسانیت نے فیض پایا اور اسے منشور انسانی کا درجہ ملا۔ قرآن مجید نے پہلی بار انسان کو اس کے ''راز خدا'' ہونے کا احساس دلایا ورنہ اس سے پہلے تو انسان اور خدا کے درمیان نہ جانے کتنے کلیسا، کتنے پروہت، کتنے پنڈت، حائل تھے پہلی بار انسان کو پتہ چلا کہ وہ سمندروں، سر بفلک پہاڑوں، اونچے درختوں، گہرے غاروں، پھن پھیلائے سانپوں، گرجتے شیروں، چنگھاڑتے ہاتھیوں، کڑکتی بجلیوں، برستے بادلوں، چمکتے سورج، دمکتے چاند اور ٹمٹماتے ستاروں کا خادم اور غلام نہیں بلکہ یہ سب کچھ اس کیلئے بنائے گئے ہیں۔ اس کی خدمت کیلئے، اس کی سہولت کیلئے اور اس کی ضرورت کیلئے پہلی بار انسان کو قرآن کے ذریعے معلوم ہوا کہ وہ نہ پیدائشی گنہگار ہے اور نہ کسی کا محکوم اور غلام وہ ماں کے پیٹ سے معصوم پیدا ہوتا اور آزاد جنم لیتا ہے وہ صرف اللہ کا غلام اور بندہ ہے اس پر کوئی اپنا حق آقائی جتانے کا روادار نہیں اور کوئی اس سے اپنی بندگی کے مطالبے کا حقدار نہیں۔

قرآن مجید ہی کے ذریعے انسان کو معلوم ہوا کہ دنیا میں سرخروئی اور آخرت میں کامیابی کسی

بڑھے، کسی برادری، اور کسی دھرم کے باعث نہیں بلکہ صحیح عقیدے، نیک عمل اور ربانی بننے کے باعث ممکن ہے قرآن مجید نے کہا

''یہ کہتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ کے سوا کوئی جنت میں نہ جائے گا یہ صرف ان کی آرزوئیں ہیں'' (البقرہ 111)

یہ حوصلہ اور اعتماد بھی قرآن مجید نے عطا کیا کہ لوگوں میں اگر تبدیلی کی خواہش، جینے کی امنگ اور رہنے کا ڈھنگ ہو تو اللہ بلا وجہ اس قوم کو مبتلائے آزار نہیں کرتا''۔

''آپ کا رب ایسا نہیں کہ کسی بستی کو ظلم سے ہلاک کر دے اور وہاں کے لوگ اصلاح کیلئے کوشاں ہوں''

انسانوں کے درمیان اٹھی ہوئی رنگ و نسل کی فصیلوں کو بھی قرآن نے منہدم کیا اور نیا معیار عزت و منزلت عطا کیا۔''اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک ہی مرد و عورت سے پیدا کیا اور محض اس لئے تم میں شعوب و قبائل بنائے کہ ایک دوسرے کو پہچان پاؤ (ورنہ) اللہ کے نزدیک قابل تکریم صرف اہل تقویٰ (صاحب کردار) ہیں'' (الحجرات:13)

اور اسی قرآن مجید کی بنیاد پر جزیرۃ العرب میں پہلی بار ایک منظم ریاست وجود میں آئی جو اپنے جوہر میں ایک عالمی ریاست تھی اور اس ریاست کے طفیل حجتہ الوداع کے موقع پر انسانی حقوق کا مفصل چارٹر سامنے آیا اور ان حقوق کو الٰہی حقوق کا درجہ دے کر نبی اور امتی کو بیک وقت ان کی پاسداری کا پابند بنایا گیا ان مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان انسانوں کیلئے بے بہا الٰہی تحائف اور روحانی سوغاتیں لے کر آیا اور عالم انسانی آج تک ان سے بہرہ ور اور کیف اندوز ہو رہا ہے۔ رمضان المبارک کا ایک خاص تعلق پاکستان اور اہل پاکستان سے ہے اور وہ یوں کہ نظریہ پاکستان کی بنیاد (بقول بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ) اس دن رکھ دی گئی تھی جب برصغیر میں پہلا شخص مسلمان ہوا تھا اور کسی بھی شخص کے اسلام کی نعمت سے بہرہ مند ہونے کا وسیلہ غازی اسلام ''محمد بن قاسم'' بنا جس نے دیبل فتح کر کے سندھ کو ''باب الاسلام'' ہونے کا شرف عطا کیا۔ یہ واقعہ بھی 10 رمضان المبارک کو رونما ہوا۔ اور دوسرے یہ کہ 27 رمضان ہی کو پاکستان معرض وجود میں آیا اس اعتبار سے اہل پاکستان کا رمضان المبارک سے خصوصی تعلق بنتا ہے۔

اس تعلق کی وضاحت کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم اپنے اجتماعی رویے پر غور کریں کہ کیا پاکستان کا ناک نقشہ، اس کا ریاستی ڈھانچہ، اس کا سیاسی رویہ، اس کا معاشرتی چہرہ اور اس کا معاشی ایجنڈا وہی ہے جو ایک ایسی ریاست کا ہونا چاہئے جو اسلامی نظریے کی علمبردار ہو جس کا ظہور اور قرآن کا نزول ایک ہی رات میں ہوا ہو اور جس نے اپنے سفر کا آغاز ماہ رمضان میں کیا ہو۔

وہی رمضان جس میں جنت کے دروازے کھولے اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں جبکہ آج ملک میں اصلاح کے سرچشمے بند اور فساد کے کواڑ چوپٹ کھلے ہوئے ہیں۔

وہی رمضان جس میں رنگ ونسل اور ہمہ نوع تفرقے کو اس سازش اور خواہش کو خاک آلود کر دیا گیا کہ وہ اہل اسلام کا معاشی مقاطعہ کر کے ان کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیں گے مسلمانوں نے روزوں کا آغاز کر کے اہل کفر کو بتایا کہ ہمارے ہاں بھوکا رہنا عار نہیں بلکہ یہ تو کار ثواب ہے۔ ہم محض پیٹ اور لذت کام ودہن کی خاطر اپنے اصول ونظریات چھوڑنے والے نہیں جبکہ آج محض نمود ونمائش اور آسائش تن کیلئے تمام شرائط مان کر آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک سے معاملہ طے کیا جاتا ہے''

وہی رمضان جس میں فتح مکہ ہوئی اور دنیا کو پہلی بار انتقام سے گریز کا عملی درس ملا اور عفو کا مفہوم سمجھ آیا اور ہر شخص کی عزت، آبرو، مال اور جان کا تحفظ یقینی بنایا گیا تھا جبکہ آج جذبہ انتقام خون آشام ہوتا جا رہا ہے اور جان ومال کا تحفظ ایک پارینہ خواب ہو کر رہ گیا ہے۔

وہی رمضان جس کی ایک شبھ گھڑی میں اسلامیان ہند نے آزادی کا سانس لیا اور نیا خواب دیکھا تھا جبکہ آج سیاسی ومعاشی صورت حال اس قدر ہولناک ہو گئی ہے کہ جان ومال کے حفاظت تو اپنی جگہ خود آزادی واستقلال کا تحفظ ایک سوالیہ نشان بنتا جا رہا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ رمضان اور قرآن کے حوالے سے پاکستان کو پھر اسی نقطے پر واپس آنا پڑے گا۔ جہاں سے اس نے اپنے قیام کا آغاز کیا تھا۔ ''فکر اقبال'' اور تدبر قائد'' اقبال'' کی فکر ایک آفاقی ملی فکر تھی اور قائد کی تدبیر کو اللہ کی تائید حاصل تھی۔ یہاں آفاقی وملی فکر کے علاوہ کوئی گروہی فکر نہیں چلے گی اور تدبیر کی جگہ کوئی سازش بارآور نہیں ہوگی۔ گروہی فکر سے وحدت پاکستان کو خطرہ رہے گا اور سازش سے سیاسی استحکام مجروح ہوگا۔

رمضان المبارک کے فضائل و احکام

حافظ محمد یسین (خادم حلقہ نو کھر)

رمضان کا روزہ اسلام کا تیسرا اہم رُکن ہے۔روزے کو عربی میں صوم یا صیام کہتے ہیں جس کے معنی ہیں کسی چیز سے رُک جانا اور اس کو ترک کر دینا۔

شریعت کی اصطلاح میں صوم سے مراد ہے کہ آدمی صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جنسی ضرورت پوری کرنے سے باز رہے۔

ہجرت کے ڈیڑھ سال بعد رمضان کے روزے مسلمانوں پر فرض کیے گئے اور حکم دیا گیا۔

''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے''۔

روزہ فرض عین ہے جو شخص اس کا انکار کرے وہ کافر ہے اور جو کسی عذر شرعی کے بغیر نہ رکھے وہ فاسق اور سخت گنہگار ہے۔

روزے کی اہمیت واضح فرماتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

''جو شخص کسی عذر اور مرض کے بغیر رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑ دے وہ اگر عمر بھر بھی روزے رکھے تب بھی اس کی تلافی نہیں ہو سکتی''۔

روزے کا حقیقی مقصد یہ ہے کہ آدمی میں تقویٰ پیدا ہو۔تقویٰ دراصل اس ''اخلاقی جوہر'' کا نام ہے جو خدا کی محبت اور خوف سے پیدا ہوتا ہے۔خدا کی ذات پر ایمان اور اس کی صفت رحمت و کرم اور فضل واحسان کے گہرے احساس سے جذبہ محبت جنم لیتا ہے اور اس کی صفت قہر و غضب اور عذاب وعتاب کے شعوری تصور سے جذبہ اخوت اُبھرتا ہے اور محبت وخوف کی یہ قلبی کیفیت ہی تقویٰ ہے جو تمام اعمالِ خیر کا اصل سرچشمہ اور تمام اعمال بد سے روکنے کا حقیقی ذریعہ ہے لیکن روزے کا یہ عظیم مقصد اُسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب روزہ پورے احساس وشعور کے ساتھ رکھا جائے اور تمام مکروہات سے اس کی حفاظت کی جائے جن کے اثر سے روزہ بے جان ہو جاتا ہے۔

حقیقی روزہ دراصل وہی ہے جس میں آدمی قلب و روح اور اس کی ساری صلاحیتوں کو خدا کی نافرمانی سے بچائے اور نفس کی ہر بری خواہش کو روند ڈالے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے

"جب تو روزہ رکھے تو لازم ہے کہ تو اپنے کانوں، اپنی آنکھوں، اپنی زبان، اپنے ہاتھ اور اپنے سارے اعضاء جسم کو خدا کی ناپسندیدہ باتوں سے روک رکھے" اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"جو شخص روزہ رکھ کر بھی جھوٹ بولنے اور جھوٹ پر عمل کرنے سے باز نہ رہا تو خدا کو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی کوئی حاجت نہیں"۔

اور آپ ﷺ نے متنبہ فرمایا۔

"کتنے ہی روزے دار ایسے ہوتے ہیں کہ روزے سے بھوک اور پیاس کے سوا ان کو کچھ حاصل نہیں ہوتا"۔

روزے کے فرائض

روزے میں صبح صادق سے غروف آفتاب تک تین باتوں سے رُکا رہنا فرض ہے۔

1۔ صبح صادق سے غروف آفتاب تک کچھ نہ کھانا۔

2۔ صبح صادق سے غروف آفتاب تک کچھ نہ پینا۔

3۔ صبح صادق سے غروب آفتاب تک جنسی لذت کے حصول سے پرہیز کرنا۔

روزے کے سنن و مستحبات

1۔ سحری کا اہتمام کرنا سنت ہے چاہے وہ چند کھجوریں یا چند گھونٹ پانی ہی ہو۔

2۔ سحری آخیر وقت میں کھانا مستحب ہے، جبکہ صبح صادق ہونے میں کچھ ہی دیر باقی ہو۔

3۔ روزے کی نیت رات ہی سے کر لینا مستحب ہے۔

4۔ افطار جلد کرنا یعنی سورج ڈوب جانے کے بعد خواہ مخواہ دیر نہ کرنا مستحب ہے۔

5۔ چھوہارے، کھجور یا پانی سے افطار کرنا مستحب ہے۔

6۔ غیبت، چغلی، غلط بیانی، شور و ہنگامہ اور غصہ وغیرہ سے بچنے کا اہتمام مستحب ہے۔

وہ حالات جن میں روزہ توڑ دینا جائز ہے

1۔ اچانک کوئی زبردست دورہ پڑ گیا۔ یا کوئی ایسی بیماری ہو گئی کہ جان پر بن آئی یا پھر خدانخواستہ کوئی حادثہ موٹر وغیرہ کی وجہ سے ہو گیا یا کسی اونچے مقام سے گر پڑنے کی وجہ سے حالت

غیر ہو گئی تو ان تمام صورتوں میں روزہ توڑ دینا جائز ہے۔

2۔ اگر کوئی اچانک بیمار پڑ گیا اور یہ اندیشہ تو نہیں ہے کہ جان جاتی رہے گی البتہ یہ اندیشہ ہے کہ اگر روزہ نہ توڑا تو بیماری بہت بڑھ جائے گی تو روزہ توڑنے کی اجازت ہے۔

3۔ اگر کسی کو ایسی شدت کی بھوک یا پیاس لگی کہ نہ کھانے پینے سے ہلاک ہو جانے کا اندیشہ ہے تب بھی روزہ توڑ دینا درست ہے۔

4۔ کسی حاملہ خاتون کو کوئی ایسا حادثہ پیش آ گیا کہ اپنی یا بچے کی جان کا ڈر ہے تو اس صورت میں بھی روزہ توڑ دینے کا اختیار ہے۔

5۔ کسی کو سانپ وغیرہ نے کاٹ کھایا اور فوراً دوا وغیرہ کا استعمال ضروری ہے تو روزہ توڑ دینا چاہیے۔

6۔ کمزوری تو تھی لیکن ہمت کر کے روزہ رکھ لیا۔ دن میں محسوس ہوا کہ اگر روزہ نہ کھولا تو جان پر بن آئے گی یا مرض کا شدید حملہ ہو جائے گا تو اس صورت میں بھی روزہ توڑ دینے کی اجازت ہے۔

وہ معذوریاں جن میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے

ایسی معذوریاں جن میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے صرف دس ہیں۔ ان میں کوئی معذوری بھی ہو تو روزہ چھوڑ دینے کی اجازت ہے۔

1۔ سفر، 2۔ بیماری، 3۔ حمل، 4۔ ارضاع یعنی بچے کو دودھ پلانا، 5۔ جہاد، 6۔ بھوک، پیاس کی شدت، 7۔ ضعف اور بڑھاپا، 8۔ خوف اور ہلاکت، 9۔ بے ہوشی، 10۔ جنون۔

روزہ افطار کرانے کا اجر و ثواب

دوسرے لوگوں کو افطار کرانا بھی پسندیدہ عمل ہے اور روزہ افطار کرانے والے کو بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا روزہ رکھنے والے کو ملتا ہے چاہے وہ چند لقمے ہی کھلائے یا ایک کھجور سے ہی افطار کرا دے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد پاک ہے۔

""جس شخص نے کسی روزے دار کو افطار کرایا تو اس کو روزے دار کی طرح اجر و ثواب ملے گا""

بے سحری کا روزہ

شب میں سحری کھانے کیلئے اگر آنکھ نہ کھلے تب بھی روزہ رکھنا چاہئے، سحری نہ کھانے کی وجہ سے روزہ نہ رکھنا بڑی کم ہمتی ہے۔ محض سحری نہ کھانے کی وجہ سے روزہ چھوڑنا گناہ ہے۔

اگر کبھی آنکھ دیر سے کھلی اور یہ خیال ہوا کہ ابھی رات باقی ہے اور کچھ کھا پی لیا پھر معلوم ہوا کہ صبح صادق کے بعد کھایا پیا ہے تو اگرچہ اس صورت میں روزہ نہ ہوگا۔ لیکن پھر دن بھر روزہ داروں کی طرح رہے اور کچھ نہ کھائے پیئے۔

اگر اتنی دیر سے آنکھ کھلی کہ صبح ہو جانے کا شبہ ہے تو ایسے وقت میں کھانا پینا مکروہ ہے اور اگر شبہ ہو جانے کے باوجود کھا پی لیا تو بہت برا کیا ایسے وقت میں کھانا گناہ ہے۔ پھر اگر بعد میں معلوم ہوا کہ صبح ہو چکی تھی تو قضا واجب ہے اور اگر شبہ ہی رہے تو قضا واجب نہیں لیکن احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ روزہ رکھے۔

روزے کی شرائط

روزے کی شرطیں دو قسم کی ہیں۔

1۔ شرائط وجوب 2۔ شرائط صحت

روزہ صحیح ہونے کیلئے جن باتوں کا پایا جانا ضروری ہے ان کو شرائط صحت کہتے ہیں اور روزہ واجب ہونے کیلئے جن باتوں کا پایا جانا ضروری ہے ان کو شرائط وجوب کہتے ہیں۔

روزے کیلئے شرائط وجوب

روزہ واجب ہونے کی چار شرطیں ہیں۔

1۔ اسلام، کافر پر روزہ واجب نہیں۔

2۔ بلوغ۔ نابالغ بچے پر روزہ واجب نہیں۔

3۔ صوم رمضان کی فرضیت سے واقف ہونا۔

4۔ معذور نہ ہونا یعنی کوئی ایسا عذر نہ ہو جس میں شریعت نے روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی ہے۔ مثلاً بڑھاپا، مرض، جہاد وغیرہ۔

روزے کی شرائطِ صحت

روزہ صحیح ہونے کی تین شرطیں ہیں۔ 1۔اسلام، کافر کا روزہ نہیں۔2۔خواتین کا حیض ونفاس سے پاک ہونا۔ 3۔نیت کرنا یعنی دل میں روزہ رکھنے کا ارادہ کرنا، روزہ رکھنے کا ارادہ کیے بغیر اگر کوئی شخص دن بھران چیزوں سے رُکا رہا جن سے روزے میں رُکا جاتا ہے تو اس کا روزہ صحیح نہ ہوگا۔

روزے کی اقسام اور ان کا حکم

روزے کی چھ قسمیں ہیں۔جن کی تفصیل اور احکام جاننا نہایت ضروری ہے۔

1۔ فرض 2۔واجب 3۔سنت 4۔نفل 5۔مکروہ 6حرام۔

فرض روزے

سال بھر میں صرف رمضان المبارک کے تیس روزے مسلمانوں پر فرض ہیں۔ رمضان کے روزوں کا فرض ہونا قرآن وحدیث سے صراحتاً ثابت ہے۔جو شخص روزہ رمضان کے فرض ہونے کا انکار کرے وہ کافر اور خارج از اسلام ہے۔

واجب روزے

واجب روزے، نذر کے روزے، کفارے کے روزے ہیں۔اگر کسی متعین دن کے روزے کی نذر مانی ہے تو اس دن رکھنا ضروری ہے اور اگر دن متعین نہیں کیا ہے تو پھر جب چاہیں رکھ سکتے ہیں لیکن بلا وجہ تاخیر نہ کرنا چاہیے۔

سنت روزے

جو روزے خود نبی اکرم ﷺ نے رکھے یا جن کے رکھنے کی آپ ﷺ نے ترغیب دی ہے یہ روزے سنت ہیں اور ان کے رکھنے کا بڑا اجر وثواب ہے۔لیکن ان میں سے کوئی روزہ سنت موکدہ نہیں کہ جن کے نہ رکھنے سے آدمی گناہ گار ہو۔مسنون روزے یہ ہیں۔1 عاشورے کے روزے، 2۔یوم عرفہ کا روزہ یعنی ذوالحجہ کی نویں تاریخ کا روزہ۔ 3۔ایام بیض کے روزے یعنی ہر مہینے کی 13,14,15 تاریخ کے روزے۔

نفلی روزے

نفلی روزے وہ روزے ہیں جو فرض، واجب اور مسنون روزوں کے علاوہ ہیں۔ البتہ بعض مستحب روزے ایسے بھی ہیں جن کے اہتمام کا اجر و ثواب زیادہ ہے۔ مثلاً 1۔ ماہ شوال کے چھ روزے، ان کو عرف عام میں شش عید کے روزے کہتے ہیں۔ 2۔ پیر اور جمعرات کے دن کا روزہ۔ 3۔ ماہِ شعبان کی پندرھویں کا روزہ۔ 4۔ ذوالحجہ کے ابتدائی عشرے کے آٹھ روزے۔

مکروہ روزے

1۔ صرف ہفتہ یا اتوار کے دن کا روزہ رکھنا۔

2۔ صرف یوم عاشورہ کا روزہ رکھنا۔

3۔ کسی خاتون کا شوہر کی اجازت کے بغیر روزہ رکھنا۔

4۔ درمیان میں ناغہ کیے بغیر مسلسل روزے جس کو صوم وصال کہتے ہیں۔

حرام روزے

سال بھر میں یہ روزے حرام ہیں۔

1۔ عید الفطر کے دن کا روزہ
2۔ عید الاضحیٰ کے دن کا روزہ
3۔ ایام تشریق
4۔ 11،12،13 ذوالحجہ کا روزہ

(ماخوذ از "آسان فقہ")

انسان، قرآن اور ماہ رمضان

(قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی)

جب تک انسان کی حقیقت اور اس کی زندگی کا مقصد معلوم نہ ہو دین اسلام کے احکام کی حکمت اور اہمیت اچھی طرح سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ قرآن کریم کے مطالعہ سے انسانی زندگی کی جو حقیقت سامنے آتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس کی ابتدا مادی دنیا سے نہیں ہوتی اور نہ ہی موت اس کا انجام ہے۔ تمام انسانوں کی ارواح روز ازل ہی وجود میں آ گئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے ارادے کے مطابق اپنی اپنی باری پر اس دنیا میں آ کر جلوہ گر ہوتیں اور مقررہ مدت بسر کرنے کے بعد واپس چلی جاتی ہیں۔ قرآن نے یہ بھی بتلایا ہے کہ اللہ نے آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کا علم عطا فرما کر ملائکہ پر فضیلت عطا فرمائی لیکن ابلیس نے اس کی برتری تسلیم نہ کی اور اسے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ نسل انسانی کا دشمن بن گیا اور اس کو صراط مستقیم سے ہٹانے کیلئے اپنی ذریت، لاؤ لشکر اور تمام حربوں سے لیس پوری طرح مصروف عمل ہے۔ اللہ نے حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ کو کچھ عرصہ کیلئے جنت میں رکھا تا کہ ان کی ارواح اپنی منزل سے آشنا ہو جائیں۔ اللہ نے انہیں واضح طور پر ایک درخت سے دور رہنے کا حکم فرمایا لیکن ابلیس نے انہیں نافرمانی پر اکسایا۔ ابلیس نے خود بھی اللہ کے واضح حکم کے باوجود سجدہ نہیں کیا تھا اور منطقی دلائل پیش کرنے کی وجہ سے مردود ہو گیا۔ اس نے ان دونوں کو بھی مختلف دلائل دینے شروع کئے اور ساتھ ہی قسمیں کھا کر اپنی خیر خواہی کا یقین دلا کر فریب دینے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن ابلیس کے برخلاف جو اپنی غلطی پر اکڑ گیا آدم علیہ السلام نے ندامت کا اظہار کیا اور اللہ سے سیکھے ہوئے کلمات کے ذریعے سے مغفرت طلب کی اور اللہ نے انہیں معاف فرما دیا۔ اس سے واضح ہو گیا کہ ازلی اور پیدائشی گناہ کا نظریہ درست نہیں ہے۔ آدم علیہ السلام کو زمین کی خلافت عطا کرنے کیلئے ہی پیدا کیا گیا تھا۔ اس لئے انسان کو اس مادی دنیا میں کسی جرم کی سزا بھگتنے کیلئے نہیں بلکہ اللہ کی عطا کردہ گوناگوں صلاحیتوں کے اظہار اور اپنی شخصیت کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہے۔ عالم ارواح ہی میں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت سے قیامت تک آنے والی تمام ارواح کو نکال کر ان سے اپنی

ربوبیت کا پختہ عہد لے لیا تا کہ مادی دنیا کی بھول بھلیوں، عالم اسباب کے پردوں، نفس کی سرکشی اور سفلی لذت میں انہماک کی وجہ سے کوئی انسان اس وہم اور گمراہی میں مبتلا نہ ہو جائے کہ میں بالکل آزاد اور اپنی مرضی کا مالک ہوں۔ نہ کوئی میرا آقا اور رب ہے اور نہ ہی میں کسی کے سامنے اپنے اعمال کیلئے جوابدہ ہوں۔ یا پھر اللہ کو چھوڑ کر اس کی مخلوق میں کسی کو اپنا رب بنا کر ظلم عظیم کا مرتکب ہو جائے۔ قرآن وضاحت کرتا ہے کہ یہ عہد اس لئے لیا گیا" تا کہ کوئی انسان روز قیامت یہ نہ کہہ سکے کہ مجھے تو اس کی خبر ہی نہ تھی۔ اور نہ ہی یہ بہانہ بنا سکے کہ آباؤ اجداد کی گمراہی کی وجہ سے میں حقیقت کو نہ جان سکا"۔ اگر چہ یہ عہد عام انسانوں کو شعوری طور پر ہرگز یاد نہیں لیکن روح کی گہرائیوں میں موجود ہے۔ اور مرنے کے بعد جب مادے کے حجابات اُٹھ جائیں گے تو پھر سب کچھ یاد آ جائے گا۔ حیات ارضی میں انسان کے طرز عمل اور اس کی کامیابی یا ناکامی کا انحصار اس عہد الست کو تسلیم کر لینے یا اس سے انکار کر دینے پر ہے۔ اللہ کی بے پایاں رحمت نے اس عہد پر ہی اکتفا نہ فرمایا بلکہ آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجنے سے پہلے فرما دیا کہ" میری طرف سے تمہیں ہدایت اور راہنمائی آتی رہے گی۔ جو اس پر چلیں گے نہ ان کو کوئی خوف ہو گا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے اور جو لوگ میری آیات کو نہیں مانیں گے اور جھٹلائیں گے تو وہ لوگ آگ کے عذاب کے مستحق ہوں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے"۔ (البقرہ۔ 39,38)

اس مادی زندگی کی تربیت گاہ میں ہر چیز انسان کی سہولت اور خدمت کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ اولاد آدم کا فرض منصبی اور خلافت ارضی کا یہ تقاضا ہے کہ ان تمام چیزوں کو زیر نگیں کر کے اپنی اہلیت کو ثابت کر دے۔ اس جدوجہد ہی میں اس کی روح کی ترقی اور شخصیت کی تکمیل کا راز بھی پوشیدہ ہے۔ اسلام مادی دنیا سے بیزاری اور رہبانیت کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ اسے تسخیر کر کے آگے ہی آگے بڑھنے اور اللہ کو اپنی منزل بنانے کی ترغیب دیتا ہے۔ جیسا کہ علامہ اقبالؒ نے فرمایا۔

کمال ترک نہیں آب و گِل سے مہجوری
کمال ترک ہے تسخیر خاکی و نوری

لیکن جو انسان متاع دنیا کو سب کچھ سمجھ کر اس تربیت گاہ ہی سے دل لگا لے اور اللہ کے

رسولوں کی یاددہانی کے باوجود بھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہ لائے وہ خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائے گا۔اب اس کی نگاہوں سے نہ صرف زندگی کا مقصد اوجھل ہو جائے گا بلکہ اپنی ذات کی حقیقت سے بھی بیگانہ ہو جائے گا۔ ایسا انسان سفلی جذبات کی تسکین اور مادی لذات کے حصول میں غرق ہو کر حیوانوں کی سطح پر گر جاتا ہے۔حالانکہ انسان کی فلاح اس امر میں ہے کہ دنیا کی نعمتوں سے بھر پور استفادہ کرتے ہوئے بھی اس کی محبت میں مبتلا نہ ہو کیونکہ ساری خرابی دنیوی زندگی کو اُخروی زندگی پر ترجیح دینے میں ہے۔حضور نبی کریم ﷺ کا بھی فرمان ہے **حب الدنیا راس الخطیته** ''یعنی دنیا کی محبت ہی ساری خرابیوں کی جڑ ہے'' سب سے زیادہ محبت انسان کو اپنے اللہ سے کرنی چاہیے۔ جو اس کا معبود اور محبوب ہے۔سورۃ البقرہ آیت 165 میں ارشاد ہوا کہ ''جو لوگ ایمان والے ہیں وہ تو اللہ سے شدید محبت کرتے ہیں''۔

صرف اس طرز فکر ہی سے اُنسان ماسواء اللہ کے خوف سے نجات پا کر حقیقی آزادی اور اشرف المخلوقات کے مقام پر فائز ہو سکتا ہے۔علامہ اقبالؒ نے فرمایا:۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے

ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اگر انسان اس حقیقت کو تسلیم کر لے کہ میرا مالک، آقا اور رب اللہ تعالیٰ ہے۔اس نے موت وحیات اور زمین کی ساری نعمتیں میری تربیت اور آزمائش کیلئے تخلیق فرمائی ہیں۔ مجھے اللہ کے پاس واپس لوٹنا ہے۔جہاں مادی دنیا میں میری کارکردگی کی مناسبت سے مجھے جزاء یا سزا ملے گی۔ تو وہ مومن یعنی حقیقت کو مان لینے والا کہلوائے گا۔اب اسے اپنی منزل کی فکر دامنگیر ہو جائے گی۔کہ کس طرح بھر پور دنیوی زندگی بسر کرتے ہوئے اور اپنی تخلیقی اہلیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے دنیا کے منفی اثرات سے بچ کر اللہ کے قرب کی منزل کی طرف رواں دواں رہ سکے۔اس جذبہ کو تقویٰ کا نام دیا جاتا ہے۔اگرچہ اس کے معنی خوف ڈر اور پرہیز گاری کے بھی ہیں لیکن ان کے ساتھ ساتھ اللہ کی محبت کی کشش کے معنی بھی اس میں پوشیدہ ہیں۔آپ آسانی کی خاطر تقویٰ کو ''فکر منزل'' کہہ لیں۔ یہ فکر جس قدر قوی ہو گی اتنا ہی ایک مومن ان خواہشات، لذات اور

اعمال سے بچنے کی کوشش کریگا جو اسے اللہ کی یاد سے غافل کر دیں وہ اس جدوجہد میں لگ جائے گا کہ زندگی اللہ کی منشاء کے مطابق گذارے تا کہ اس کے قرب اور رضا کا مقام حاصل کر سکے۔
اس طرح بنی نوع انسان دو بنیادی گروہوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔ اللہ کی الوہیت، رسولوں کی رسالت اور یوم آخرت کا انکار کرنے والے کفار کی ملت اور ان حقائق کو مان کر اللہ کی حاکمیت کے سامنے سر تسلیم خم کرنے والے مسلمانوں کی ملت۔ اللہ کے نظام کے تحت کفار کی حمایت کرتے، انہیں اندھیروں کی طرف لیجاتے، ان کے برے اعمال کو اپنے فریب سے خوشنما بنا کر دکھاتے اور عذاب دوزخ کی طرف لے جانے والے شیاطین کی فوجیں موجود ہیں۔ اس طاغوتی لشکر کا سرکردہ ابلیس ہے۔ اس کے برعکس اہل ایمان کی راہنمائی کرتے اور انہیں کفر و شرک کے اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جانے والے رسولوں کا مبارک گروہ ہے۔ جس کے سردار و سالار حضور الیہ قرار، کالی کملی والی سرکار احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ مزید برآں اللہ تعالیٰ خود مومنوں کا مولا، حمائتی اور مددگار ہے۔ اللہ اور اس کے فرشتے اہل ایمان کو اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جانے کیلئے ان پر رحمتوں کا نزول فرماتے ہیں۔ (الاحزاب:42)
""اللہ تعالیٰ کے عرش کو اٹھانے والے اور اس کے گرد جو فرشتے ہیں وہ اللہ کی تسبیح کرتے اور اہل ایمان کیلئے دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ کہ اے اللہ مومنین کی مغفرت فرما انہیں دوزخ کے عذاب سے بچا کر جنت میں داخل فرما اور جو ان کے باپ دادا اور انکی بیویوں اور اولاد میں سے نیک ہوں ان کو بھی جنت میں داخل فرما"۔ (سورہ المومن 7،8) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنین پر کس قدر رحیم ہیں اور اپنی رحمت سے ان کی مغفرت کیلئے کیا کیا انتظامات کر رکھے ہیں۔
اللہ تعالیٰ نے آخری زمانہ کے انسانوں کو گمراہی کے اندھیروں سے نکالنے، ان کی زندگی کی غرض و غایت سے آگاہ کرنے اور اپنے قرب کی طرف لے جانے والی سیدھی راہ کی نشاندہی کرنے کیلئے حضور خاتم النبیین، رحمۃ اللعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا اور ان پر گذشتہ تمام کتابوں کی تصدیق کرنے والی، قیامت تک آنے والے انسانوں کو ہدایت مہیا کرنے والی

اور کامل ترین نظام حیات پیش کرنے والی کتاب ''القرآن'' نازل فرمائی۔ اس کتاب کی فصاحت و بلاغت، اس کا انداز تبشیر و تنذیر، اس میں اللہ کی الوہیت اور ربوبیت پر دیے گئے نا قابل تردید دلائل، اس میں بیان کردہ قصص و امثال، گذشتہ اقوام وملل کے حالات اُخروی زندگی کی حقیقت اور اس میں پیش آنے والے واقعات، نیکوکاروں اور مجرموں سے کئے جانے والے معاملات کی تفصیل اپنے اندر غافل دلوں اور خوابیدہ ضمیروں کو بیدار کرنے اور سینوں کو منور کرنے کے ہزارہا سامان لئے ہوئے ہے لیکن اِس سے صحیح راہنمائی اور ہدایت حاصل کرنے کیلئے سب سے بنیادی شرط تقویٰ کا ہونا ہے۔ جسے اپنے رب سے ملاقات ہونے کا یقین ہی نہ ہو اس میں صراط مستقیم معلوم کرنے کی طلب بھلا کیونکر ہو سکتی ہے۔ ہر شے کی قدر و قیمت طلب ہی سے متعین ہوتی ہے۔

اگرچہ انسانی تاریخ، فلسفہ، نفسیات، طبعیات، فلکیات اور روحانیات کے غیر مسلم علماء بھی اس کے مطالب و معنی کی گہرائی اور وسعت جان کر حیران و ششدر رہ جاتے اور اپنے اپنے علمی مقام کے مطابق اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ لیکن قرآن مجید کا اصل مقصد بنی نوع انسان کو ہدایت مہیا کرنا ہے اور اسے وہی حاصل کر سکتا ہے جس کے اندر تقویٰ، فکر منزل اور ذوق پرواز ہوگا۔ جو شخص اس جذبہ سے خالی ہو اس کا علم خواہ کتنا ہی متنوع اور وسیع ہو کر قرآن کی حقیقی روح سے ناآشنا اور اس سے فیضیاب ہونے سے محروم رہے گا۔ اس کتاب سے ہدایت کا اکتساب تقویٰ کے معیار کے مطابق ہوتا ہے۔ جیسے جیسے ایک مومن میں تقویٰ بڑھتا چلا جاتا ہے ویسے ویسے قرآنی اسرار و رموز اور اسلام کی حقانیت کیلئے اس کا سینہ کھلتا چلا جاتا ہے۔ اِس سے یہ امر روشن ہو کر سامنے آ گیا کہ قرآنی ہدایت اور تقویٰ میں ایک خصوصی ربط و تعلق ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تقویٰ کس طرح پیدا ہوتا اور ترقی کرتا ہے۔ قرآن کی تعلیم کی روشنی میں اس کا جواب یہ ہے کہ اس خیر و خوبی کے مصدر کی خشت اول اسلامی طرز حیات کا راہنما اصول کلمہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ ہے۔ یعنی انسان سچے دل سے یہ حقیقت تسلیم کر لے۔ کہ میرا معبود اور حاکم اللہ ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اور اِن کی اطاعت اور اتباع ہی میں میری دنیوی اور

اُخروی فلاح ہے۔ تمام آسمانی کتابوں کا بنیادی پیام اور انبیا کی تعلیم کا خلاصہ اللہ تعالیٰ کی واحدانیت اور یوم آخرت پر ایمان لاکر موت کے بعد والی حقیقی اور ابدی زندگی کو دنیا کی عارضی زندگی پر ترجیح اور فوقیت دینا ہے۔ ان عبادات کی ادائیگی سے ایک مومن اپنا قلبی تعلق متاع دنیا سے توڑ کر اللہ کی ربوبیت کا زبانی اقرار اور عملی اظہار کرتا رہتا ہے۔ مثال کے طور پر نماز ہی کو لے لیں جسے حضورؐ نے دین کا ستون اور جنت کی کنجی فرمایا ہے۔ اس کے ذریعے سے مومن تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد اپنے گھر، اہل وعیال، کاروبار، ملازمت اور جسمانی راحت و آرام کی محبت کو توڑتا رہتا ہے۔ تاکہ یہ تعلق پختہ ہو کر خسران کا باعث نہ بن جائے۔ وہ متاع غرور اور بتان وہم و گمان سے اپنا رشتہ منقطع کر کے اللہ کے حضور اپنا سر نیاز خم کر کے یہ ثابت کر دیتا ہے کہ اسکی وفاؤں کا قبلہ اور محبت کا مرکز صرف اللہ سبحانہ تعالیٰ کی بابرکت ذات ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ اور حج بھی مال وزر، اہل وعیال اور ارض وطن کی محبت کو مطلوبہ اعتدال پر لانے اور اللہ سے اپنا تعلق بڑھانے کے وسائل ہیں۔

قرآن کی سورۃ توبہ کی آیت نمبر 111 میں ارشاد ہوا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کے اموال اور ان کی جانیں جنت کے بدلے خرید لئے ہیں" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک حدیث مبارکہ بھی ہے کہ "تم اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنی خواہشات کو اس کے تابع نہ کر لو جو میں لایا ہوں"۔ اس سے معلوم ہوا کہ تقویٰ اور ایمان کا اعلیٰ مقام یہ ہے۔ کہ بندہ اپنی تمام خواہشات کو اپنے رب کی رضا کے ماتحت کر دے۔ اس معیار کے حصول کیلئے نفس کے سرکش گھوڑے کو اطاعت کی مضبوط لگام دینا اور مادی لذات کی محبت کو منقطع کرنا نہایت ضروری ہے۔ یہ اہم مقصد ایک مربوط اور پراز حکمت تربیتی نظام کا تقاضہ کرتا ہے۔ چنانچہ اسی غرض کیلئے مومنین پر روزے فرض کئے گئے اور ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا گیا کہ "اللہ کی طرف سے یہ کوئی نیا حکم نہیں ہے بلکہ گذشتہ تمام اُمتوں کو بھی نفس کی اصلاح کر کے تقویٰ کو تقویت دینے کیلئے یہی کارگر نسخہ عطا کیا گیا تھا۔ انسانی نفس کی یہ فطرت ہے کہ فاقے سے کمزور اور مضمحل ہو کر اپنی

درندگی اور بہیمیت سے رُک جاتا ہے اور اس کی اس حالت سے فائدہ اُٹھا کر اسے اللہ کی اطاعت اور بندگی کی طرف مائل کیا جاسکتا ہے۔ یہ یاد رہے کہ درندوں کو سرکس میں مختلف کرتب دکھانے کی تربیت دینے کیلئے بھی پہلے انہیں کئی کئی دن بھوکا پیاسا رکھا جاتا ہے اور پھر اپنی خوراک تک پہنچنے کیلئے مطلوبہ کرتب کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ اس لئے مومنین کو یہ بات اچھی طرح جان لینی چاہیے کہ روزے کا مقصود بھوکا پیاسا رہنا نہیں بلکہ نفس کی اصلاح کرنا ہے۔ اس لئے اس مقصد کو شعوری طور پر پیش نظر رکھتے ہوئے، بھوک کی حالت میں جسم کے تمام اعضاء اور نفس کی خواہشات کو احکام الٰہی کا پابند بنا کر روزے سے حقیقی فائدہ اُٹھانا چاہیے۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ حضورﷺ کی اس حدیث کا مصداق ہم بن جائیں جس میں آپﷺ نے فرمایا کہ "کئی روزہ دار ایسے ہونگے جنہیں روزے سے بھوک پیاس کے سوا اور کچھ حاصل نہ ہوگا"۔

آخر میں ان حکمتوں اور برکتوں کا ذکر کرنا ہے جو ماہ رمضان ہی کو ماہ صیام قرار دینے میں ہیں۔ یہ سبھی جانتے ہیں کہ انسانوں کو ہدایت کیلئے اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب کے نزول کا شرف ماہ رمضان کو عطا ہوا۔ جس کی وجہ سے یہ مہینہ ہمیشہ کیلئے خصوصی رحمتوں اور برکتوں کا حاصل بن گیا ہے۔ اس مہینہ کی ایک خاص رات لیلۃ القدر کو ہزار مہینوں سے بہتر ہونے کی انفرادیت سے نوازا گیا۔ بعض روایات کے مطابقہ گذشتہ آسمانی کتابیں بھی اسی ماہ مبارک میں اتاری گئی تھیں۔ اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت ہی مہربان ہوتے ہیں۔ اسی لئے حضورﷺ نے اسے خاص طور پر اللہ کا مہینہ فرمایا ہے۔ اللہ کی رحمت سے اس میں برائی کے اثرات کم اور نیکی کے ثمرات کئی گنا زیادہ کر دئے جاتے ہیں۔ جہنم کے دروازے بند اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے۔ اس لئے نفس کو زیر کر کے روحانی قوتوں کو ترقی دینے یعنی تقویٰ کو فروغ دینے کیلئے اس ماہ سے بہتر مہینہ اور کونسا ہو سکتا تھا۔ اس لئے ہماری سہولت کیلئے اللہ رحیم و کریم نے ماہ رمضان ہی کو ماہ صیام قرار دے دیا تاکہ اس کی رحمتیں اور برکتیں بھی ہماری معاون بن جائیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کیلئے قرآن نازل

فرمایا لیکن اس نور سے استفادہ تقویٰ کی عدم موجودگی میں ممکن ہی نہیں چنانچہ قرآن کریم کے شروع میں فرما دیا گیا کہ اس کتاب میں متقین کیلئے ہدایت ہے۔ اسی مناسبت سے قرآن کے نزول والے بابرکت مہینہ ہی کو تقویٰ کی ترقی کیلئے مخصوص فرما دیا گیا۔ اسی لئے پورے عالم اسلام میں اس ماہ کے دوران کثرت کے ساتھ قرآن کی تلاوت اور سماعت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ تاکہ روزے سے حاصل ہونے والی روحانی صلاحیت کی بدولت مومنین پر قرآن کی حقانیت روشن سے روشن تر ہوتی چلی جائے اور اسلام ان کے دلوں میں گھر کر جائے اور پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو کر اللہ کے انعام و اکرام کے حقدار بن جائیں۔

ماہ صیام کی تربیت اگر پورے اہتمام اور ظاہری اور معنوی لوازمات کی کامل پابندی کے ساتھ مکمل کی جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ سال کے باقی گیارہ مہینوں میں اس کے اثرات قائم نہ رہیں۔ اگر کبھی تقویٰ میں کمزوری محسوس ہونے لگے تو نفلی اور سنت روزہ سے بھی مدد لی جاسکتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ روزہ ایک ڈھال ہے۔ تو مومن کو چاہیے کہ اپنے حقیقی دشمن یعنی شیطان کے حملوں کو روکنے کیلئے اس دفاعی ہتھیار کو پوری قوت اور شدت سے استعمال بھی کرے۔ جب بھی شیطان کی طرف سے کسی حرام کام کے ارتکاب کیلئے دل میں وسوسہ پیدا ہو تو مومن کو چاہیے کہ ماہ رمضان کے دوران ضبط نفس کی تربیت کو یاد رکھے۔ یہی لمحہ مومن کے ایمان اور تقویٰ کے امتحان کا ہوتا ہے۔ جو مومن بندہ ماہ رمضان میں اپنے رب کے حکم پر روزے کے دوران حلال رزق اور جائز جنسی خواہشات سے بھی اپنے آپ کو روک لیتا ہے۔ اس کیلئے کسی حرام فعل کا ارتکاب یا اللہ کی معصیت سے اپنے آپ کو باز رکھنا تو آسان تر ہوتا ہے۔ ایسے ہی کردار کے حامل لوگ متقین کہلاتے ہیں۔ اور آخرت میں جنت کی نعمتیں بھی متقین کے لئے ہی وقف ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب کو رمضان المبارک کی برکتوں سے کامل طور پر مستفیض فرما کر متقین اور مقربین میں شامل فرمائے۔ آمین!

حضرت سعد الاسود سہمیؓ

(طالب الہاشمی)

رحمت عالم ﷺ ایک دن اپنے چند جاں نثاروں کے حلقے میں تشریف فرما تھے کہ نہایت بے ڈول جسم اور بھدے چہرے مہرے کے ایک سیاہ فام شخص ڈرتے جھجکتے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

''اے اللہ کے رسول ﷺ جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں میں نہایت بدصورت اور سیاہ فام آدمی ہوں۔ لوگ مجھ کو دیکھ کر نفرت سے منہ پھیر لیتے ہیں، کیا مجھ جیسا کریہہ منظر آدمی بھی جنت میں داخل ہو سکے گا''۔

سرورِ عالم ﷺ نے ان پر لطف و کرم سے بھرپور نظر ڈالی اور فرمایا: ''اِس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، تمہیں تمہاری بدصورتی اور سیاہ رنگت جنت میں داخل ہونے سے ہرگز نہ روکے گی، لیکن شرط یہ ہے کہ اللہ سے ڈرو اور میری رسالت پر ایمان لاؤ''۔

حضور ﷺ کا ارشاد سن کر ان صاحب کا چہرہ فرطِ مسرت سے چمک اُٹھا اور ان کی زبان پر بے اختیار کلمہ شہادت جاری ہو گیا۔ سعادت اندوزِ اسلام ہونے کے بعد انہوں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا۔

''یارسول اللہ میرے حقوق کیا ہیں؟''۔

فرمایا:۔

''تمہارے حقوق وہی ہیں جو دوسرے مسلمانوں کے ہیں اور تم پر وہی فرائض جو دوسرے مسلمانوں کے ہیں اور تم ان کے بھائی ہو''۔

یہ سیاہ فام کم رُو صاحب جن کو اسلام لانے کے صلے میں خود سید المرسلینؐ نے جنت کی بشارت دی، سیدنا حضرت سعد الاسودؓ تھے۔

حضرت سعد الاسودؓ کا اصل نام تو سعد تھا لیکن ان کی غیر معمولی سیاہ رنگت کی وجہ سے لوگ ان کو ''سعد الاسود'' یا ''اسود'' کہا کرتے تھے (جیسا کہ ہمارے ملک میں سیاہ فام آدمی کو لوگ کالو یا کالا کہہ کر پکارتے ہیں) ارباب سیر نے حضرت سعد الاسودؓ کا سلسلہ نسب تو بیان نہیں کیا، البتہ یہ

بات تواتر کے ساتھ لکھی ہے کہ ان کا تعلق قریش کے قبیلہ بنو سہم سے تھا۔ (مشہور صحابی حضرت عمروؓ بن العاص فاتح مصر بھی اسی قبیلے سے تھے) اِن کے قبول اسلام کے زمانے کی بھی کسی کتاب میں صراحت نہیں کی گئی۔ لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس وقت شرف اسلام سے بہرہ ور ہوئے جب حضورﷺ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں تشریف فرما تھے اور غزوات وسرایا کا آغاز ہو چکا تھا۔

علامہ ابن اثیرؒ کا بیان ہے کہ قبولِ اسلام کے بعد (اسی مجلس میں یا ایک دوسری روایت کے مطابق چند دن بعد) حضرت سعد الاسودؓ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی۔

"یا رسول اللہؐ میں نکاح کرنا چاہتا ہوں لیکن کوئی شخص میری بدصورتی کے سبب مجھ کو رشتہ دینے پر راضی نہیں ہوتا۔ میں نے بہت سے لوگوں کو پیام دیئے لیکن سب نے رد کر دیئے۔ اِن میں سے کچھ یہاں موجود ہیں اور کچھ غیر حاضر ہیں"۔

رحمت عالمﷺ جانتے تھے کہ اِس سیاہ فام شخص کو اللہ تعالیٰ نے نورانی جبلت عطا کی ہے اور جوش ایمان اور اخلاص فی الدین کے اعتبار سے اِس کا مرتبہ بہت بلند ہے۔

حضورﷺ سراپا رحمت تھے۔ بیکسوں اور حاجت مندوں کے ملجا وماویٰ تھے، اپنے ایک جانثار کی بیکسانہ درخواست سن کر آپ کی شانِ رحیمی نے گوارا نہ کیا کہ لوگ اس کو محض اس وجہ سے ٹھکرائیں کہ وہ ظاہری حسن و جمال سے محروم ہے۔ آپ نے فرمایا: "سعد، گھبراؤ نہیں، میں خود تمہاری شادی کا بندوبست کرتا ہوں، تم اِسی وقت عمروؓ بن وہب ثقفی کے گھر جاؤ اور سلام کے بعد ان سے کہو کہ رسول اللہؐ نے آپ کی بیٹی کا رشتہ میرے ساتھ کر دیا ہے"۔

حضورﷺ کا ارشاد سن کر حضرت سعد الاسودؓ شاداں وفرحاں حضرت عمروؓ بن وہب کے گھر کی طرف چل دیئے۔

حضرت عمروؓ بن ثقفی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اور ابھی ان کے مزاج میں زمانہ جاہلیت کی درشتی موجود تھی۔ حضرت سعدؓ نے ان کے گھر پہنچ کر انہیں سرور عالمﷺ کے فرمان سے مطلع کیا تو ان کو بڑی حیرت ہوئی کہ میری ماہ پیکر ذہین وفطین لڑکی کی شادی ایسے کریہہ منظر شخص سے کیسے ہو سکتی ہے۔ انہوں نے سوچے سمجھے بغیر حضرت سعدؓ کا پیام رد کر دیا اور بڑی سختی کے ساتھ انہیں واپس جانے کیلئے کہا۔ سعادت مند لڑکی نے حضرت سعدؓ اور اپنے باپ کی گفتگو سن لی تھی،

جونہی حضرت سعدؓ واپس جانے کیلئے مڑے وہ لپک کر دروازے پر آئی اور آواز دی۔

''اللہ کے بندے واپس آؤ، اگر واقعی رسول اللہ ﷺ نے تمہیں بھیجا ہے تو میں بخوشی تمہارے ساتھ شادی کیلئے تیار ہوں جس بات سے اللہ اور اس کا رسولؐ راضی ہیں میں بھی اِس پر راضی ہوں''۔

اِس اثناء میں حضرت سعدؓ آگے بڑھ چکے تھے، معلوم نہیں انہوں نے لڑکی کی بات سنی یا نہیں بہرصورت بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ عرض کر دیا۔ اُدھر ان کے جانے کے بعد نیک بخت لڑکی نے اپنے والد سے کہا۔''ابا قبل اس کے کہ اللہ آپ کو رسوا کرے آپ اپنی نجات کی کوشش کیجئے۔ آپ نے بڑا غضب کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی پروانہ کی اور حضورؐ کے فرستادہ کے ساتھ درشت سلوک کیا''۔

عمروؓ بن وہب نے لڑکی کی بات سنی تو اپنے انکار پر سخت پشیمان ہوئے اور ڈرتے ہوئے بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے ان کو دیکھ کر فرمایا:

''تم ہی نے میرے بھیجے ہوئے آدمی کو لوٹایا تھا''۔

عمروؓ بن وہب نے عرض کی''یارسول اللہ ﷺ بیشک میں نے اِس آدمی کو لوٹایا تھا لیکن یہ غلطی لاعلمی میں سرزد ہوئی۔ میں اِس شخص سے واقف نہ تھا۔ اِس لئے اس کی بات کا اعتبار نہ کیا اور اس کا پیام نامنظور کر دیا، خدا کیلئے مجھے معاف فرما دیجئے۔ مجھے اپنی لڑکی کی شادی اِس شخص سے بسر و چشم منظور ہے''۔

حضور ﷺ نے حضرت عمروؓ بن وہب کا عذر قبول فرمایا اور حضرت سعد الاسودؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

''سعد میں نے تمہارا عقد بنت عمرو بن وہب سے کر دیا۔ اب تم اپنی بیوی کے پاس جاؤ''۔

رحمت عالم ﷺ کا ارشاد سن کر حضرت سعدؓ کو بے حد مسرت ہوئی، بارگاہِ نبویؐ سے اُٹھ کر سیدھے بازار گئے اور ارادہ کیا کہ نوبیاہتا بیوی کے لئے کچھ تحائف خریدیں۔ ابھی کوئی چیز نہیں خریدی تھی کہ ان کے کانوں میں ایک منادی کی آواز پڑی جو پکار رہا تھا۔

''اے اللہ کے شہسوارو، جہاد کیلئے سوار ہو جاؤ اور جنت کی بشارت لو''۔

سعدؓ نوجوان تھے۔ نئی نئی شادی ہوئی تھی، دل میں ہزار اُمنگیں اور ارمان تھے۔ بارہا مایوس

ہونے کے بعد شادی کا مژدہ فردوسِ گوش ہوا تھا، لیکن منادی کی آواز سن کر تمام جذبات پر جوش ایمانی غالب آ گیا اور نوعروس کیلئے تحائف خریدنے کا خیال دل سے یکسر کافور ہو گیا اور نیزہ خریدا اور سر پر عمامہ باندھ کر سرورِ عالم ﷺ کی قیادت میں غزوہ پر جانے والے مجاہدین میں شامل ہوئے۔ اِس سے پہلے نہ اُن کے پاس گھوڑا تھا، نہ نیزہ اور نہ انہوں نے کبھی عمامہ اس طرح باندھا تھا۔ اِس لئے کسی کو معلوم نہ ہوا کہ یہ سعد الاسودؓ ہیں۔ میدانِ جہاد میں پہنچ کر سعدؓ ایسے جوش و شجاعت کے ساتھ لڑے کہ بڑے بڑے بہادروں کو پیچھے چھوڑ دیا۔ ایک موقعہ پر گھوڑا اَڑ گیا تو اس کی پشت پر سے کود پڑے اور آستینیں چڑھا کر پیادہ ہی لڑنا شروع کر دیا۔ اس وقت حضور ﷺ نے ان کے ہاتھوں کی سیاہی دیکھ کر شناخت کر لیا اور آواز دی ''سعد'' لیکن سعدؓ اس وقت دنیا و مافیہا سے بے خبر اس جوش و وارفتگی کے ساتھ لڑ رہے تھے کہ اپنے آقا و مولا کی آواز کی بھی خبر نہ ہوئی، اِسی طرح دادِ شجاعت دیتے ہوئے جُرعہ شہادت نوش کیا اور عروسِ نو کے بجائے حورانِ جنت کی آغوش میں پہنچ گئے۔

رحمت عالم ﷺ کو حضرت سعد الاسودؓ کی شہادت کی خبر ہوئی تو آپؐ ان کی لاش کے پاس تشریف لائے، ان کا سر اپنی گود میں رکھ کر دُعائے مغفرت کی اور پھر فرمایا!

''میں نے سعد کا عقد عمرو بن وہب کی لڑکی سے کر دیا تھا اِس لئے اس کے متروکہ سامان کی مالک وہی لڑکی ہے۔ سعد کے ہتھیار اور گھوڑا اسی کے پاس پہنچادو اور اس کے ماں باپ سے جا کر کہہ دو کہ اب خدا نے تمہاری لڑکی سے بہتر لڑکی سعد کو عطا کر دی اور اس کی شادی جنت میں ہو گئی''

قبولِ اِسلام کے بعد حضرت سعد الاسودؓ نے اِس دنیائے فانی میں بہت کم عرصہ قیام کیا لیکن اِس مختصر مدت میں انہوں نے اپنے جوش ایمان اور اخلاص عمل کے جو نقوش صفحہ تاریخ پر ثبت کیے وہ اُمت مسلمہ کیلئے تا ابد مشعل راہ بنے رہیں گے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

تعمیر ملت

قرون اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات اسلامی تصوف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار و رموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے راہ عمل۔

چراغ راہ
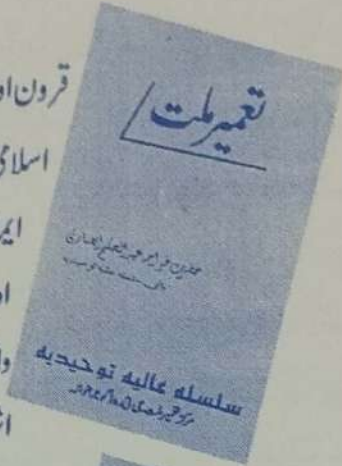
کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اکمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔
سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔
زوال امت میں امراء، علماء، صوفیا کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔
تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوف کے انسانی زندگی پر اثرات۔
سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔
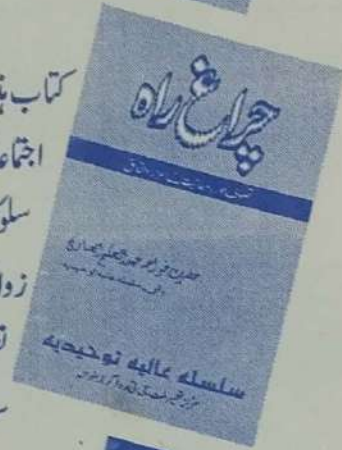
یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد و اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔

وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔
مصنفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدہ کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کر دیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔
حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقا اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریہ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظام کو ہو جانے والی غلط فہمیاں۔
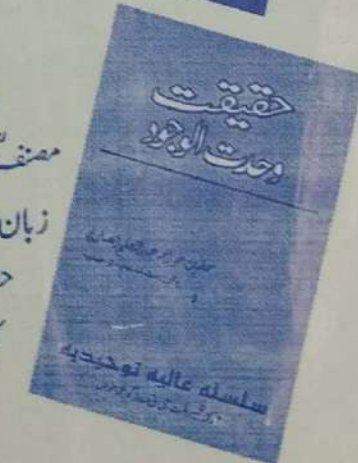
مکتبہ توحیدیہ کی مطبوعات

Reg: SR - 01

Website: www.toheedia.net